الله

نور السموٰت والارض

ماہنامہ انوار العلوم

لاہور

مارچ 1953ء

سرپرست: حضرت مولانا مولوی مفتی محمد حسن صاحب مدت فیوضہم

از متوسلین حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ

نگران: حضرت مولانا مولوی حافظ محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدت فیوضہم

شیخ التفسیر والحدیث جامعہ اشرفیہ

مدیر: احقر محمد نجم الحسن تھانوی غفرلہٗ

الله

نور السمٰوٰت والارض

ماہنامہ

انوار العلوم

لاہور

سرپرست: حضرت مولانا مولوی مفتی محمد حسن صاحب مدت ف

از متوسلین حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس

نگران: حضرت مولانا مولوی حافظ محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدظلہ

شیخ التفسیر والحدیث جامعہ اشرفیہ

مدیر: احقر محمد نجم الحسن تھانوی غفرلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جامعہ اشرفیہ لاہور کا دینی اور علمی ترجمان

سلطنت تحفۂ اہل نجوم
آنکہ دارد نام در انوار العلوم

ماہنامہ انوار العلوم
لاہور

سالکان راہ رحمان را نجوم
رہروان راہ شیطان را رجوم

قیمت فی پرچہ	نو آنے (پاکستانی) بارہ آنے (ہندوستانی)	قیمت سالانہ	چھ روپے (پاکستانی) نو روپے (ہندوستانی) چار روپے (طلبا کیلئے)	[illegible]

جلد ۱	بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۷۲ھ مطابق مارچ ۱۹۵۳ء	نمبر ۱۲

مضمون ★ فہرست مضامین ★ صاحب مضمون — صفحہ

مضمون		صاحب مضمون		صفحہ
...قابل توجہ	...	مدیر	...	۱
...ف القرآن	...	حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی مد ظلہم	...	۳
...ملفوظات	...	حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مد ظلہم	...	۲۱
کیا علماء نے اسلام کی غلط ...رجمانی کی ؟	...	حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب قدس سرہ	...	۲۹
...اعد و ضوابط رسالہ	...	مدیر	...	۳۱

...مراسلت کا پتہ مدیر "انوار العلوم" جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور ...

قابلِ توجہ

حامداً و مصلیاً۔ (۱) زیرِ نظر شمارہ پر انوار العلوم کا پہلا سال ختم ہو رہا ہے جو حضرات ابتداء سے اس کے خریدار ہیں، اُن کے خریداری نمبر اس سے پہلے شمارہ میں بھی درج کئے گئے تھے اور اس مرتبہ بھی درج کئے جا رہے ہیں۔ جن حضرات کے خریداری نمبر ذیل میں درج ہیں براہِ کرم ماہ مارچ کے اندر اندر اپنا آئندہ سال کی خریداری کا روپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما دیں۔ جن حضرات کا روپیہ ماہ اپریل کی ۵ تاریخ تک دفتر میں وصول نہ ہو گا، ان کی خدمت میں اپریل ۵۳ء کا رسالہ وی پی ارسالِ خدمت ہو گا! اس کو براہِ کرم وصول فرمالیں۔ اُمید ہے کہ جملہ حضرات اس پر خصوصی توجہ فرما کر اس خالص دینی رسالہ کے بقاء میں تعاون فرمائیں گے!

(۲) اس ماہ کاغذ کی نایابی کی وجہ سے رسالہ صرف ۴۰ صفحات پر شائع ہو رہا ہے۔ اس کمی کو انشاء اللہ تعالیٰ مستقبل قریب میں بہر حال پورا کر دیا جاوے گا۔ ناظرین کرام اطمینان فرمائیں۔

(۳) دفتر میں انوار العلوم کے گذشتہ شماروں میں سے ۸ سے تا آخر سب موجود ہیں جن صاحب کو ضرورت ہو وہ طلب فرمائیں!

جن حضرات کا چندہ ماہ مارچ ۱۹۵۳ء میں ختم ہو جائیگا اُنکے خریداری نمبر حسب ذیل ہیں

از (۱) تا (۳۹) واز (۴۱) تا (۵۷) و (۶۹) واز (۸۱) تا (۱۱۷)

واز (۱۲۰) تا (۱۲۹) واز (۱۳۱) تا (۱۸۹) واز (۱۹۱) تا (۱۹۳) و (۲۰۱) و (۲۰۵) و (۲۰۹)

واز (۲۱۴) تا (۲۲۶) و (۲۲۸) و (۲۳۲) و (۲۴۲) و (۲۴۷) واز (۲۵۸) تا (۲۶۳)

واز (۲۷۴) تا (۲۷۸) و (۲۸۲) و (۲۸۴) و (۲۸۵) و (۲۸۷)

و (۲۹۱) و (۳۰۴) و (۳۰۹) و (۳۱۷) و (۳۳۲) و (۳۴۱)

چند گرانقدر اور بیش بہا کتابیں

عقلیات اور اسلام
جدید تعلیمیافتہ حضرات کو موجودہ سائنس کی وجہ سے جو اشکالات و شبہات اسلام کے متعلق پیش آگئے ہیں انکا نہایت سلیس اور عام فہم حل - یہ کتاب حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہم کے افاضات میں سے ہے - اعلیٰ کتابت و طباعت اور رنگین گردپوش کے ساتھ تقریباً ۰۰ھ صفحات - قیمت چھ ؎ روپے -

حجیت حدیث
رسالہ انوار العلوم میں اسی عنوان کے تحت حضرت مولانا حافظ محمد ادریس صاحب کا مضمون بالاقساط شائع ہوا ہے - اب کتابی شکل میں اعلیٰ کتابت و طباعت اور رنگین گردپوش کیساتھ قیمت دو ؎ روپے

حیوٰۃ المسلمین
حضرت حکیم الامت تھانوی رح کی وہ گرانقدر تصنیف جس کو پڑھ کر انسان اسلامی اخلاق سے آراستہ اور رذائل سے پاک ہو سکتا ہے زبان نہایت سلیس اور عام فہم - اعلیٰ کتابت و طباعت اور رنگین گردپوش کیساتھ قیمت ۲ روپیہ ۸؍

اسلام اور معجزات
شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رح کی تصنیف - قیمت ڈیڑھ روپیہ

تعلیم الدین
از افاضات حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ قیمت ایک روپیہ بارہ آنہ -

اصلاح الرسوم
از افاضات حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ قیمت ڈیڑھ روپے

نشر الطیب
از افاضات حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ - نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت ایک انوکھے انداز میں - بڑا سائز قیمت تین روپیہ - چھوٹا سائز قیمت ساڑھے چار روپے

ملنے کا پتہ
ماہنامہ انوار العلوم - جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد - لاہور -

قسط دوازدہم

معارف القرآن

(از حضرت مولانا حافظ محمد ادریس صاحب شیخ التفسیر والحدیث جامعہ اشرفیہ)

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَ قَفَّیْنَا مِنْ بَعْدِہٖ بِالرُّسُلِ

اور ہم نے دی موسیٰ کو کتاب اور پے در پے بھیجے اس کے پیچھے رسول

وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ

اور دیے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو معجزے صریح اور قوت دی اُس کو روح پاک سے

اَفَکُلَّمَا جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰۤی اَنْفُسُکُمُ اسْتَکْبَرْتُمْ

پھر بھلا جب تمہارے پاس لایا کوئی رسول جو نہ چاہا تمہارے جی نے تم تکبر کرنے لگے

فَفَرِیْقًا کَذَّبْتُمْ وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ ۝

پھر ایک جماعت کو جھٹلایا اور ایک جماعت کو مار ڈالتے

شناعت سیزدہم

قال تعالیٰ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ الی وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ ۝ اور البتہ تحقیق ہم نے بنی اسرائیل کی ہدایت اور اصلاح کا بڑا اہتمام کیا چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو ایک روشن کتاب یعنی توریت عطا کی اور پھر اُن کے دنیا سے چلے جانیکے بعد بنی اسرائیل کی اصلاح اور تربیت کے لیے مسلسل یکے بعد دیگرے پیغمبروں کو بھیجا کہ اللہ کے عہدوں کو یاد دلاتے رہیں اور شریعت موسویہ کی پیروی اور اس پر استقامت کی تلقین کرتے رہیں اور پھر خاندان بنی اسرائیل کے اخیر میں عیسیٰ بن مریم کو نبوت و رسالت کے واضح اور روشن دلائل دیکر بھیجا اور خاص طور سے روح القدس یعنی جبریل امین سے اُنکو قوت دی جو ہر وقت اُن کی ساتھ رہتے تھے اور اس کے آثار و ثمرات اور انوار و تجلیات اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے تو کیا اس کے بعد بھی تم نرم نہ پڑے۔ اور جب کبھی کوئی پیغمبر تمہارے پاس ایسا حکم لیکر

وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۚ بَل لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَّا

اور کہتے ہیں ہمارے دل پر غلاف ہے   یوں نہیں لعنت کی ہے اللہ نے ان کے انکار سے   سو کم

يُؤْمِنُونَ ۝

یقین لاتے ہیں

آیا کہ جبکو تمہارے نفس پسند نہ کرتے تھے تو تم نے تکبر اور سرکشی کی حالانکہ عقل کا مقتضی یہ تھا کہ اللہ کے نبی اور رسول کی دل و جان سے اطاعت کرتے اور نفس سرکش کی مخالفت کرتے۔ تم جیسے نادان یہ تو کیا کرتے پس تم نے الٹی ہی راہ اختیار کی اور پیغمبروں کے ایک گروہ کو جھٹلایا اور انبیاء کی ایک جماعت کو مار ڈالتے ہو اور ظاہر ہے کہ جو مریض بجائے اسکے کہ طبیب کی ہدایت پر چلے۔ الٹا طبیب کی بے حرمتی کرے اور اسکو جھٹلائے بلکہ اسکو قتل کر ڈالے وہ کہاں شفایاب ہو سکتا ہے اور ایسے روحانی مریض کے لئے ایام معدودہ کی سزا کافی نہیں بلکہ دائمی اور ابدی سزا چاہیے۔

(**ف**) یہود انبیاء کی تکذیب ایک مرتبہ کر چکے اور قتل کا سلسلہ جاری ہے۔ ابھی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے درپئے قتل ہیں اسلئے كَذَّبْتُمْ بصیغہ ماضی لائے اور تَقْتُلُونَ کو بصیغہ مضارع لائے جو ان کے فعل قتل کے حال اور استقبال میں جاری اور مستمر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ نیز قتل کا واقعہ اگرچہ گذشتہ زمانہ میں ہو چکا ہے مگر چونکہ انبیاء اللہ کا قتل نہایت ہی عظیم اور سخت ہے اسلئے اسکی عظمت اور شناعت کے ظاہر کرنیکے لئے صیغہ مضارع سے تعبیر کیا تاکہ وہ پیش نظر ہو جائے گویا کہ وہ اب ہو رہا ہے۔ اور یہ ہولناک اور حیرتناک واقعہ لوگوں کی نظروں کے سامنے ہے

شناعت چہارم

قال تعالیٰ وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۔۔۔ الی فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ ۝ اور ان کے غرور اور تکبر کا یہ عالم ہے کہ خدا کے پیغمبروں سے بطور فخر یہ کہتے ہیں کہ ہمارے دل غلاف میں محفوظ ہیں سوائے اپنے دین کے کسی نئی بات کا اثر ہمارے دلوں تک نہیں پہونچتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ وجہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے انکار اور تکذیب کی وجہ سے ان پر لعنت فرمائی ہے اور اپنی رحمت اور عنایت سے

دُور ڈال دیا ہے اسلئے حق بات اُن پر اثر نہیں کرتی اور ان کے دل حق اور نصیحت کو قبول نہیں کرتے۔ یہ غلاف نہیں بلکہ اللہ کی لعنت کی نشانی اور علامت ہے۔ کفر اور لعنت کے زنگ نے اُن کے دلوں کو اس قدر سیاہ اور زنگ آلود کر دیا ہے کہ آئینۂ دل میں شاید ہی کوئی جز ایسا باقی رہا ہو کہ ایمان اور ہدایت کی روشنی کو قبول کر سکے۔ اسلئے یہ لوگ بہت ہی قلیل ایمان لاتے ہیں یعنی شریعت کے کسی حکم کو کبھی مان بھی لیتے ہیں مگر ظاہر ہے کہ ایمان قلیل قابل قبول نہیں۔ مثلاً اگر توحید و رسالت کا اقرار بھی کر لیا۔ اور اجمالی طور پر جنت و جہنم پر بھی ایمان لے آیا اور شریعت کے دوسرے احکام کا انکار کر دیا تو ایسے ایمان سے کوئی فائدہ نہیں۔ ایمان قلیل تو کیا معتبر ہوتا۔ نجات کیلئے تو ایمان کثیر بلکہ ایمان اکثر بھی کافی نہیں کہ دین کی کثیر اور اکثر باتوں کو مانے اور بعض کا انکار کر دے۔ ایمان اللہ کے تمام احکام کے ماننے کا نام ہے محض قلیل و کثیر کے ماننے سے شریعت میں مُومن نہیں کہلاتا

فائدہ

حضرات مفسرین نے غُلفٌ کے دو معنی بیان کئے ہیں۔ اوّل یہ کہ غُلف اَغلف کی جمع ہے جیسے احمر اور اصفر کی جمع حُمر" اور صُفر" آتی ہے۔ اور اَغلف اس شی کو کہتے ہیں کہ جو کسی غلاف اور پردہ میں محفوظ اور مستور ہو۔ اس صورت میں آیت کے معنے یہ ہونگے کہ ہمارے دلوں پر غلاف اور پردہ پڑا ہوا ہے اسلئے آپ کی بات ہمارے دلوں تک پہونچتی نہیں جیسا کہ دوسری آیت میں ہے وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ اور کہا کافروں نے ہمارے دل پردوں میں ہیں۔ مجاہد اور قتادہ سے یہی معنی منقول ہیں۔

دوم یہ کہ غُلفٌ۔ غلاف کی جمع ہے۔ دراصل غُلُفٌ بضم اللام تھا جیسے کتابٌ کی جمع کُتُبٌ آتی ہے، مگر تخفیف کی وجہ سے لام کو ساکن کر دیا گیا۔ اور ابن عباس رض غُلُفٌ بضم لام پڑھتے تھے۔ اس صورت میں آیت کے یہ معنی ہونگے کہ ہمارے دل علم کے غلاف اور برتن ہیں جن میں ہر قسم کا علم بھرا ہوا ہے تمہارے علم کی ضرورت نہیں۔ اللہ نے ان کے اس قول کا رد فرمایا کہ جھوٹ بولتے ہیں۔ نہ اُن کے دلوں پر پردہ ہے اور نہ اُن کے دل علم کے غلاف اور ظرف ہیں بلکہ اُن کے کفر اور عناد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور پھینک دیا ہے اور اُن کے دلوں سے قبول حق کی استعداد کو سلب کر لیا ہے اسلئے اُنکے دل حق کو قبول نہیں کرتے فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ اللہ تعالیٰ نے انکو بہرا اور اندھا بنا دیا ہے

اور وہ مالک مطلق ہے جس کو چاہے ظاہر کا اندھا بنائے اور جسکو چاہے باطن کا اندھا بنائے۔ کسی کی مجال کیا ہے کہ جو یہ پوچھ سکے کہ اُس کی ظاہر یا باطن کی آنکھ کیوں پھوڑی

اخرج احمد بسند جيد عن ابي سعيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم القلوب اربعة قلب[۱] اجرد فيه مثل السراج يزهر وقلب[۲] اغلف مربوط على غلافه وقلب[۳] منكوس وقلب[۴] مصفح - فاما القلب الاجرد فقلب المؤمن سراجه فيه نوره واما القلب الاغلف فقلب الكافر واما القلب المنكوس فقلب المنافق عرف ثم انكر واما القلب المصفح فقلب فيه ايمان ونفاق فمثل الايمان فيه كمثل البقلة يمدها الماء الطيب ومثل النفاق فيه كمثل القرحة يمدها القيح - فاي المادتين غلبت على الاخرى غلبت عليه درمنثور صـ ۸۶ ج ۱

امام احمد نے سند جید کے ساتھ ابو سعید خدری رض سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دل چار قسم کے ہیں ایک دل تو وہ ہے کہ جو آئینہ کی طرح صاف و شفاف ہے اور اس میں کوئی چراغ روشن ہے اور ایک دل وہ ہے کہ جو غلاف میں بند ہے اور غلاف کا منہ تاگے یا رسی سے بندھا ہوا ہے اور ایک دل اُلٹا اور اوندھا ہے اور ایک دل وہ ہے کہ جسکے دو صفحے یعنی دو جانبیں ہیں ایک سفید ہے اور ایک صفحہ سیاہ۔ پس صاف و شفاف دل تو مومن کا دل ہے جس میں ایمان کا چراغ روشن ہے۔ اور غلاف میں بند کافر کا دل ہے اور اُلٹا اور اوندھا دل منافق کا ہے کہ جس نے حق کو پہچانا اور پھر اس کا انکار کیا اور دورویہ دل وہ ہے کہ جس میں ایمان اور نفاق دونوں جمع ہیں پس ایمان اس دل میں مثل سبزہ کے ہے کہ پاکیزہ پانی اسکو بڑھاتا ہے اور اُسکے دل میں نفاق مثل ناسور کے ہے کہ جو دم بدم پیپ اور خون کو بڑھاتا ہے پس ان دو مادوں میں سے جونسا مادہ غالب جائے اسی کا اعتبار ہے

اللهم نور قلوبنا بانوار طاعتك ومعرفتك امين يا ارحم الراحمين

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ
اور جب پہنچی اُن کو کتاب اللہ کی طرف سے سچا بتاتی اُن پاس والی کو

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ
اور پہلے سے فتح مانگتے تھے کافروں پر پھر جب پہنچا ان کو

مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ بِئْسَمَا
جو پہچان رکھا تھا اس سے منکر ہوئے سو لعنت ہے اللہ کی منکروں پر برے

اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ
مول خریدا اپنی جان کو کہ منکر ہوئے اللہ کے اتارے کلام سے اس ضد پر کہ

يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ
اُتارے اللہ اپنے فضل سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں سو کما لائے

بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝
غصہ پر غصہ اور منکروں کو عذاب ہے ذلت کا

شناعت پانزدہم

قال تعالیٰ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ الی وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝

(ربط) گذشتہ آیات میں قلب اغلف کا ذکر تھا اب آیندہ آیات میں قلب منکوس کا ذکر ہے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ یہود۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب پہچانتے تھے کہ یہی نبی آخر الزماں ہیں۔ مگر عناد اور حسد کی وجہ سے ایمان نہیں لائے۔ اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے ایسی کتاب آئی یعنی قرآن شریف جسکے اعجاز کو دیکھکر خود اُن کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہ کتاب اللہ کی جانب سے ہے اور پھر مزید برآں یہ قرآن جو منجانب اللہ اُنکے پاس آیا اس کتاب کی تصدیق کرتا ہے کہ جو اُن کے پاس پہلے سے موجود ہے یعنی توریت کی تصدیق اور موافقت کرتا ہے حالانکہ آپ اُمّی ہیں۔ آپ تو عربی خط اور عبارت بھی نہیں پڑھ سکتے تھے جو کتاب عبرانی خط میں ہو اُسکے مضامین کی واقفیت کیسے ہو سکتی ہے سوائے وحی کے اور کوئی ذریعہ علم نہیں اور تعجب ہے کہ یہ لوگ آپ کی نبوت میں تردد کرتے ہیں حالانکہ

نزول قرآن اور آپکی بعثت سے پہلے ہی لوگ کافر اور بت پرستوں کے مقابلہ میں آپکے نام اور برکت سے فتح و نصرت اللہ سے مانگا کرتے تھے چنانچہ یہود مدینہ اور یہود خیبر کی جب عرب کے بت پرستوں سے لڑائی ہوتی تو یہ دعا مانگتے۔

اللهم ربنا انا نسألك بحق احمد النبي الامي الذي وعدتنا ان تخرجه لنا في اخر الزمان وبكتابك الذي تنزل عليه اخر ما تنزل ان تنصرنا على اعدائنا اخرجه ابو نعيم والحاكم والبيهقي وغيرهم عن ابن عباس وابن مسعود وغيرهم بالفاظ مختلفة (در منثور)

اے اللہ ہم تجھ سے اس احمد مصطفیٰ نبی امی کے حق سے سوال کرتے ہیں جسکے ظاہر کرنیکا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اور اس کتاب کے واسطہ اور برکت سے سوال کرتے ہیں جسکو تو سب سے اخیر میں نازل کریگا کہ ہم کو ہمارے دشمنوں پر فتح اور نصرت عطا فرما یہ روایت ابن عباس اور ابن مسعود اور دیگر صحابہ سے بالفاظ مختلفہ مروی ہے

غرض یہ کہ آپ کے ظہور سے پہلے ہی یہود آپکو خوب پہچانتے تھے اور آپکے نام مبارک اور قرآن کریم کے واسطہ اور برکت سے اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں فتح و نصرت کی دعا مانگتے تھے اور فتح پاتے تھے۔

پس جب اُن کے پاس وہ چیز خود بخود آپہونچی یعنی نبی اُمی اور قرآن جسکو آنے سے پہلے ہی خوب پہچان چکے تھے آنے پر ہی محض حسد اور عناد کی وجہ سے اس کا انکار کر بیٹھے ایسے لوگوں کے عذاب میں کیسے تخفیف ہو سکتی ہے یا ایسے لوگوں کا عذاب ایام معدودہ کیسے ہو سکتا ہے پس لعنت ہو اللہ کی ایسے کافروں پر جنہوں نے دیدہ و دانستہ حق کو محض حسد اور عناد کی وجہ سے چھپایا۔ حق تو یہ تھا کہ جنکے نام کی برکت سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگتے تھے اور فتحیاب ہوتے تھے۔ آج دل و جان سے اس نبی اُمی اور اُس کے دین کی نصرت اور اعانت میں کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھتے۔ اور سب سے پہلے اُس نبی اور اس کتاب پر ایمان لاتے نیز جب یہ کتاب توریت کی مصدق تھی تو اُس کی تصدیق عقلاً لازم تھی اسلئے کہ اس کی تکذیب توریت کی تکذیب کو مستلزم ہے۔ بہت ہی بُری ہے وہ چیز جسکے بدلہ میں اُنہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا یا اپنے

ف یعنی حسد اور طمع کی وجہ سے کفر کے بدلہ میں اپنی جانوں کو فروخت کر ڈالا گویا کہ دوزخ کے فرشتوں کے ہاتھ ہلاکت کیلئے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا اس تفسیر میں اشترا بمعنے بیع کے ہے اور اُن کی جان بمنزلہ مبیع ہے اور کفر بمنزلہ ثمن ہے

وَاِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ اٰمِنُوۡا بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ قَالُوۡا نُؤۡمِنُ بِمَاۤ

اور جب کہئے ان کو مانو اللہ کا اتارا کلام کہیں ہم مانتے ہیں جو

گمان میں ان کو خرید لیا اور اپنے خیال اور زعم فاسد کی بنا پر اُن کو عذاب الٰہی سے چھڑا لیا وہ یہ کہ انکار کرنے لگے اس چیز کا کہ جو اللہ نے اپنے نبی پر نازل کی محض اس حسد اور عناد کی بنا پر کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور عطا یعنی وحی سے جس بندہ پر چاہے کچھ نازل فرمائے پس یہ لوگ غضب پر غضب کے مستحق ہوئے کہ طرح طرح سے اسباب غضب کے مرتکب ہوئے۔

(۱) جس توریت پر ایمان کے مدعی تھے اس میں نبی آخر الزماں کی بشارتوں کے چھپانے کی خاطر تحریف کی۔

(۲) باوجودیکہ اس نبی امی اور قرآن کے واسطہ سے بارہا فتح و نصرت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا پھر جب وہ نبی اُمی اور وہ کتاب معجز سامنے آئی تو اقرار اور اعتراف کے بعد اس سے انحراف کیا۔

(۳) نبی برحق پر حسد کیا اور در پردہ اللہ پر اعتراض کیا کہ یہ منصب رسالت کے اہل نہ تھے ان کو یہ منصب کیوں عطا کیا ان وجوہ کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے قسم ہا قسم کے غضب اور غصہ کے مورد بنے پس جو شخص غضب خداوندی کے پشتارہ کا حامل ہو نہ اُسکے عذاب میں تخفیف ہو سکتی ہے اور نہ اُس کا عذاب چند روز میں منقطع ہو سکتا ہے۔ اور اگر ان تمام وجوہ غضب سے قطع نظر بھی کر لیجائے تو دائمی عذاب کیلئے فقط ایک کفر ہی کافی ہے جو ان میں موجود ہے۔ اور کافروں کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے اور گنہگار مسلمانوں کو جو عذاب ہوگا وہ اہانت اور تذلیل کیلئے نہ ہوگا بلکہ گناہوں سے پاک کرنے کیلئے ہوگا جیسا کہ میلا اور گندہ کپڑا بھٹی پر میل کچیل صاف کرنے کیلئے چڑھایا جاتا ہے۔ جلانے کیلئے نہیں دشمن کو مارنا تذلیل اور تحقیر کیلئے ہوتا ہے اور بیٹے اور شاگرد کو مارنا اصلاح اور تادیب کیلئے ہوتا ہے ایک مار تعذیب کیلئے ہے اور ایک تہذیب کیلئے۔

شناعت شانزدہم

وَاِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ اٰمِنُوۡا الی اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ۝ اور دلیل اس امر کی کہ

یہود کا یہ معاملہ آپ کی ساتھ محض حسد کی بنا پر ہے یہ ہے کہ جب اُن سے یہ کہا جاتا ہے

اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۚ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا

اترا ہم پر اور وہ نہیں مانتے جو پیچھے آیا اس سے اور وہ اصل تحقیق ہے سچ بتاتا

لِّمَا مَعَهُمْ ۗ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ

ان پاس والی کو کہہ پھر کیوں مارتے رہے ہو نبی اللہ کے پہلے سے اگر تم

مُّؤْمِنِيْنَ ۝

ایمان رکھتے تھے

کہ ایمان لاؤ ہر اُس چیز پر کہ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے خواہ کسی پیغمبر پر اس کا نزول ہوا ہو جو چیز بھی خدا نے نازل کی اس پر ایمان لانا واجب ہے خواہ وہ توریت و انجیل ہو یا قرآن کریم ہو۔ وجوب ایمان کی علت حکم خداوندی ہوتا ہے جو تمام کتب الٰہیہ میں مشترک ہے وہ اُس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ ہم تو فقط اس کتاب پر ایمان لائینگے جو خاص ہمارے نبی کے واسطے سے نازل کی گئی۔ اس قید سے اُنکا حسد صاف ظاہر ہے کہ جو کتاب بنی اسرائیل پر اُتری اُسپر تو ایمان لائینگے اور جو کتاب بنی اسمٰعیل پر اُتری اس پر ایمان نہیں لائینگے۔ اور محض حسد کی بنا پر اپنی کتاب کے سوا تمام کتابوں کا انکار کرتے ہیں حالانکہ توریت کے سوا اور جو کتابیں خدا تعالیٰ نے نازل کیں وہ فی نفسہٖ حق ہیں یعنی سچی ہیں اور واقع کے مطابق ہیں اور اُن کے تمام مضامین محقق اور مدلل ہیں اور فی نفسہٖ حق ہونے کے علاوہ اس کتاب کی تصدیق کرنے والی ہیں جو اُن کی ساتھ ہے لہٰذا جو چیز فی حد ذاتہٖ حق اور واقع کے مطابق ہو اور پھر اُسکے علاوہ اس چیز کیساتھ مطابق ہو جسکو وہ سچا اور برحق سمجھتے ہیں تو ایسی چیز کو نہ ماننا سراسر خلاف عقل ہے اسلئے کہ مطابق کا مطابق بھی مطابق ہوتا ہے لہٰذا ایک مطابق کو ماننا اور دوسرے مطابق کو نہ ماننا تناقض کو مستلزم ہے اور اگر اسپر بھی وہ توریت پر ایمان کے مدعی ہیں تو آپ اُن سے یہ کہئے کہ اچھا تم یہ تو بتلاؤ کہ تم اللہ کے پیغمبروں کو کس لئے پہلے ہی سے قتل کرتے چلے آرہے ہو حالانکہ وہ پیغمبر توریت ہی کے مطابق حکم دیتے تھے اور شریعت موسویہ کی تائید اور تجدید کے لئے مبعوث ہوئے تھے جیسے حضرت شعیا اور حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہم السلام اگر تم حقیقۃً توریت پر ایمان رکھنے والے تھے معلوم ہوا کہ تم توریت پر بھی ایمان نہیں رکھتے۔

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ
اور آچکا تم پاس موسیٰ صریح معجزے لے کر پھر تم نے بنا لیا بچھڑا اس کے

بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ
پیچھے اور تم ظالم ہو اور جب ہم نے لیا اقرار تمہارا اور اونچا کیا تم پر

شناعت ہفدہم (۱۷)

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ الی وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ اور انبیاء کے قتل کا واقعہ تو موسیٰ علیہ السلام کے بہت بعد کا ہے خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اس سے بڑھکر کفر کر چکے ہو وہ یہ کہ موسیٰ علیہ السلام تمہارے پاس توحید و رسالت کی نہایت واضح اور روشن دلیلیں لیکر گئے جو اس بات پر صاف طور پر دلالت کرتی تھیں کہ عبادت اور بندگی اللہ ہی کیساتھ مخصوص ہے اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں پھر بھی تم نے اُن کے جانے کے بعد ہی ایک گوسالہ بے عقل کو اپنا معبود بنا لیا اور جب خدا ہی ایک بے عقل حیوان ٹھہرا تو اہل عقل سمجھ سکتے ہیں کہ بے عقل حیوان کے بندے کس درجہ بے عقل اور حیوان ہونگے۔ ہندوستان کے ہندو جو گوسالہ پرستی کرتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُنکا سلسلہ سند سامری سے ضرور ملتا ہوگا۔ اور تم بڑے ہی ظالم ہو کہ اپنے ہاتھ سے ایک بے عقل حیوان کی بنائی ہوئی صورت کو تم نے خدا بنا لیا کیا اس سے بڑھکر بھی کوئی ظلم ہو سکتا ہے۔

(ف) گوسالہ کو معبود بنانا اسلئے تھا کہ یہ لوگ غایت حماقت کی وجہ سے یا تو مجسمہ تھے یا حلولیہ تھے یعنی خدا تعالیٰ کا جسم ہونا یا خدا کا کسی جسم میں حلول کر جانا جائز سمجھتے تھے

شناعت ہشدہم (۱۸)

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ الی اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ اور ایک اور قصہ سنو جس سے توریت کیساتھ یہود کے ایمان کا حال معلوم ہوگا کہ جب ہم نے تم سے اس بات کا عہد لیا کہ جب توریت تمہارے پاس پہونچے تو دل و جان سے اس کو قبول کرنا اور اُس کے احکام پر عمل کرنا مگر تم اپنے اس عہد سے پھر گئے۔ اور توریت پر عمل کرنے میں حیلے اور بہانے شروع کئے۔ اُس وقت ہم نے تمہارے سروں پر

الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُم بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُوا قَالُوا سَمِعْنَا

پہاڑ پکڑو جو ہم نے تم کو دیا زور سے اور سنو بولے سنا ہم نے

وَعَصَيْنَا وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ قُلْ بِئْسَمَا

اور نہ مانا اور رچ رہا اُن کے دلوں میں وہ بچھڑا مارے کفر کے تو کہہ برا کچھ

يَأْمُرُكُم بِهِ إِيمَانُكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝

سکھاتا ہے تم کو ایمان تمہارا اگر تم ایمان والے ہو۔

کوہ طور لا کھڑا کیا اور حکم دیا کہ جو احکام ہم نے تم کو دئیے ہیں اُنکو نہایت مضبوطی اور پختگی کے ساتھ پکڑو اور گوش ہوش سے اُنکو سنو مبادا کوئی حکم تم کو یاد نہ رہے اور پھر تمہاری یہ غفلت معصیت کا سبب بن جائے اس کے جواب میں اُنہوں نے یہ کہا کہ احکام توریت کو سن تو لیا ہے مگر مانا نہیں اور اگر اُن کے تمرد اور عصیان کا سب سے بڑا نمونہ دیکھنا چاہو تو یہ ہے کہ اُن کے کفر اور سرکشی کی وجہ سے اُن کے دلوں میں گوسالہ کی محبت پلا دی گئی تھی اسلئے اُن کو گوسالہ پرستی لذیذ اور خدا پرستی تلخ اور ناگوار معلوم ہوتی تھی۔ ظاہر نظم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے اسی حالت میں سَمِعْنَا اور عَصَيْنَا دونوں کلمے زبان سے کہے لیکن اسپر اشکال یہ ہے کہ ایسی خوفناک حالت میں زبان سے عصینا کہنا بہت بعید معلوم ہوتا ہے۔

دوم یہ کہ بالفرض والتقدیر اگر ایسی حالت میں زبان سے عَصَيْنَا نکالتے تو اسی وقت کوہ طور گرا کر اُنکو چور چور کر دیا جاتا اور سب کے سب ہلاک کر دئے جاتے کیونکہ کوہ طور کو سروں پر لا کر کھڑا کرنا اسیلئے تھا کہ وہ توریت کو قبول کریں ایسی حالت میں بھی اگر زبان سے عَصَيْنَا کہا تھا تو پھر کوہ طور کھڑا کرنے سے کیا فائدہ ہوا۔ اسی اشکال کی بنا پر بعض مفسرین نے یہ توجیہ کی ہے کہ سَمِعْنَا کہنا بزبان قال تھا اور عَصَيْنَا کہنا بزبان حال تھا زبان سے تو فقط سَمِعْنَا ہی کہا تھا لیکن جب اقرار کے بعد فوراً ہی عصیان اور نافرمانی کرنے لگے تو اُن کی حالت کے اعتبار سے عَصَيْنَا کہنا اُن کی طرف منسوب کیا گیا گویا کہ وہ اسی حالت میں بزبان حال عصینا کہہ رہے تھے۔ حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ حقیقت امر یہ ہے کہ بنی اسرائیل باوجودیکہ کوہ طور کو اپنے سروں پر معلق دیکھ رہے تھے مگر یہ گمان کیا کہ یہ محض ڈرانے کیلئے ہے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کی شفاعت سے اور [illegible] ٹل جائیگا۔ اسلئے

قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً
تو کہہ اگر تم کو ملنا ہے گھر آخرت کا اللہ کے یہاں الگ

مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ
سوائے اور لوگوں کے تو تم مرنے کی آرزو کرو اگر سچ کہتے ہو

اُنہوں نے ابتداءً احکام توریت کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور صاف عَصَيْنَا کہہ دیا کہ کیوں توریت کے احکام شاقہ کی ذمہ داری اپنے سر پر لیں۔ اس گمان پر اُنہوں نے یہ کلمہ اپنی زبان سے کہا لیکن جب دیکھا کہ پہاڑ اُن کے سروں کے نزدیک ہوتا جاتا ہے تو سمجھے کہ یہ حیلے اور بہانے چلینگے نہیں اسلئے چار و ناچار سجدہ میں گرے اور زبان سے الفاظ قبول کہے جیسا کہ سورۂ اعراف میں ہے وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ

جب یہ یقین ہو گیا کہ پہاڑ ٹلنے والا نہیں اس وقت مجبور ہو کر قبول کیا۔ مگر کچھ مدت بعد پھر منحرف ہو گئے کما قال تعالیٰ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ قبول کے ایک مدت بعد انحراف کیا۔ اور اس مقام پر اُن کے ابتدائی حال کا بیان ہے کہ ابتداء میں اُنہوں نے قبول نہیں کیا اور سَمِعْنَا کیساتھ عَصَيْنَا بھی کہا لیکن بعد میں مجبور ہو کر قبول کیا۔ اور پھر ایک زمانہ کے بعد اس سے انحراف کیا۔ بحمد اللہ اس تقریر پر کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ انتہی کلامہ مفصلاً وموضحاً

خلاصہ یہ کہ جس ایمان کے وہ مدعی ہیں اس ایمان کی حقیقت اور کیفیت یہ ہے جو بیان ہوئی۔ اے ہمارے نبی آپ اُن سے مختصراً بس اتنا کہہ دیجئے کہ بہت ہی بُری ہے وہ چیز جسکے کرنے کا تم کو تمہارا ایمان حکم دیتا ہے اگر حقیقۃً تم مومن ہو۔ اور دعوائے ایمان میں سچے ہو۔ یعنی یہ محض تمہارا ساختہ اور پرداختہ ایمان ہے جو ایسے افعال شنیعہ اور اقوال قبیحہ کا حکم دیتا ہے حقیقی ایمان کبھی ایسی قبیح اور شنیع باتوں کا حکم نہیں دے سکتا۔

شناعت نوزدہم (۱۹)

قال تعالیٰ قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ الی وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

اور یہ آرزو کبھی نہ کریں گے جس واسطے آگے بھیج چکے ہیں ہاتھ اُن کے اور اللہ خوب جانتا ہے

بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ

گنہگاروں کو اور تو دیکھے اُن کو سب لوگوں سے زیادہ حریص جینے کی

وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ مع

اور شریک پکڑنے والوں سے بھی ایک ایک چاہتا ہے کہ عمر پاوے ہزار

سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ

برس اور کچھ اس کو سرکا نہ دے گا عذاب سے اتنا جینا اور اللہ

بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝ ع ۱۱

دیکھتا ہے جو کرتے ہیں

یہود باوجود ان شنائع اور قبائح کے یہ کہتے تھے کہ جنت میں ہمارے سوا کوئی نہیں جائیگا تو اے ہمارے نبی آپ اُن کے جواب میں یہ کہدیجئے کہ اگر دار آخرت فقط تمہارے ہی لئے اللہ کے یہاں خاص ہے اوروں کیلئے نہیں یعنی بہشت میں تمہارا کوئی شریک اور سہیم نہیں تو پھر مرنے کی تمنا اور آرزو کرکے دکھلاؤ اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو اسلئے کہ دار آخرت کی وہ لازوال اور بے مثال نعمتیں کہ جن میں تمہارا کوئی شریک اور سہیم نہیں اُن تک پہونچنے کا راستہ سوائے موت کے اور کوئی نہیں لہذا اگر تمکو یہ یقین ہے کہ اُس دار جاودانی کی نعمتیں تمہارے لئے مخصوص ہیں تو پھر اس دار فانی اور کلبۂ احزان و پریشانی سے خلاصی اور نجات کی تمنا کرو۔ قصر عالی شان اور اعزاز شاہی کے مقابلہ میں جیلخانہ کی ذلت اور مشقت کو ترجیح دینا کسی عاقل کا کام نہیں خصوصاً جبکہ جدال و قتال کا بازار گرم ہے اور یہود کے مرد مارے جارہے ہیں اور بچے اور عورتیں غلام بنائے جارہے ہیں۔ مال و اسباب لوٹا جارہا ہے اور جزیہ اور خراج اُن پر قائم کیا جارہا ہے تو ایسی حیات سے بلاشبہ موت افضل اور بہتر ہے۔ خلاصہ یہ کہ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو تو موت کی تمنا کرو۔ اور ہم موت اور حیات کے مالک ہیں جس وقت بھی تم موت کی تمنا کروگے اسی وقت موت واقع کردینگے جیساکہ حدیث میں ہے کہ اگر یہودی موت کی تمنا کرتے تو پانی ہی کے گھونٹ سے گلا گھٹ کر مرجاتے

وجہ اس کی یہ ہے کہ جو شئی ممکن الوقوع ہو تحدی اور اظہار معجزہ کے وقت اس کا وقوع اور تحقق واجب
اور لازم ہو جاتا ہے لیکن یہ وجوب اور لزوم اُن کی تمنا اور آرزو پر موقوف تھا لہذا جب انہوں نے تمنا نہ کی
تو موت بھی متحقق نہ ہوئی اور چونکہ اُن کو یقین تھا کہ اللہ اور اُسکے رسول کی تحدی کے بعد اگر ہم نے موت کی
تمنا کی تو موت ضرور آجائیگی اسلئے ڈر کے مارے موت کی تمنا نہیں کی۔ خوب جانتے تھے کہ موت کی تمنا کرنے
سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ظاہر ہو جائیگا اسلئے موت کی تمنا کرنے سے عاجز رہے جیسا کہ آئندہ
آیت میں ارشاد فرماتے ہیں اور ہم ابھی سے خبر دیدیتے ہیں کہ یہ لوگ ہرگز کبھی موت کی تمنا نہیں کرینگے
اُن اعمال شنیعہ کے سزا کے خوف کی وجہ سے کہ جو اُن کے ہاتھ پہلے کر چکے ہیں یہ جملہ بطور پیشین گوئی اور
غیب کی خبر کے ہے جو حضور کا معجزہ اور یہود کے عجز کی دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے
اگرچہ وہ موت کی تمنا نہ کریں اور موت سے کتنا ہی بھاگیں۔ ایک نہ ایک دن ضرور موت آئیگی اور ان
سب اعمال کفریہ کی اُن کو سزا ملیگی

ف (۱) جاننا چاہیئے کہ یہ ایک قسم کا مباہلہ تھا۔ حق اور باطل کا فیصلہ اکثر مناظرہ اور
مجادلہ سے ہوتا ہے اور کبھی مباہلہ سے اسلئے کہ فیصلہ کے دو طریق ہیں۔ ایک طریقہ معتاد اور ایک طریقہ
غیر معتاد۔ معتاد طریقہ یہ ہے کہ مناظرہ اور مباحثہ سے فیصلہ کیا جائے۔ اور غیر معتاد طریقہ یہ ہے کہ فیصلہ
ایسے طریقہ سے کیا جائے کہ جو خارق للعادۃ اور اسباب ظاہری کے دائرہ سے بالا اور برتر ہو یعنی بطریق
معجزہ اور کرامت اس کا فیصلہ کیا جائے۔ چنانچہ اس مقام پر جب حجت اور دلیل اور نظر اور فکر کے تمام
مراحل ختم ہو گئے تو خصم کے افحام اور الزام کیلئے ایک خارق عادت طریق اختیار کیا گیا۔ وہ یہ کہ ایک مرتبہ
زبان سے یہ کہدیں کہ اے اللہ ہم کو موت دے اسی وقت اُن کا صدق اور کذب ظاہر ہو جائیگا اور اگر
یہود کو اس کا یقین نہ ہوتا تو جوشِ عداوت میں ضرور کہہ ڈالتے تاکہ حضور کا معجزہ ظاہر نہ ہو۔

ف (۲) یہ خطاب اور یہ تحدی اُن یہودیوں کیساتھ مخصوص تھی کہ جو نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے اور خوب جانتے تھے کہ یہی وہ نبی برحق ہیں کہ جن کی پیشین گوئی توریت میں ہے
اور ہر زمانہ کے یہود سے یہ خطاب نہیں جیسا کہ روح المعانی صفحہ ۲۹۷ ج ۱ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے

ف (۳) یہود نے نہ زبان سے تمنا کی ورنہ ضرور منقول ہوتی اور نہ دل سے تمنا کی
ورنہ اگر دل سے تمنا کرتے تو خجالت اور الزام کے دور کرنے کیلئے زبان سے ضرور اسکا اظہار کرتے

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اگر یہ کہا جائے کہ یہ سوال تو یہود کی طرف سے مسلمانوں پر بھی وارد ہو سکتا ہے کہ تم بھی یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ سوائے مسلمانوں کے اور کوئی جنت میں نہیں جائیگا لہذا تم کو بھی چاہئے کہ موت کی تمنا کرو۔

ازالہ

جواب یہ ہے کہ یہود کا عقیدہ فقط یہی نہیں تھا کہ ہم اہل حق ہیں اور ہمارے سوا کوئی جنت میں نہیں جائیگا بلکہ اس کی ساتھ یہ بھی اعتقاد تھا کہ ہم اللہ کے محبوب اور چہیتے ہیں کما قال تعالیٰ حاکیا عنھم نَحْنُ اَبْنَآءُ اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ ۔ ہمارے اعمال و افعال اور اقوال و احوال کیسے ہی ناشائستہ اور ناگفتہ ہوں ہم ضرور جنت میں جائینگے جنت ہماری جدی اور خاندانی میراث ہے مرتے ہی ہم بہشت میں داخل ہو جائینگے اور مسلمانوں کا یہ عقیدہ نہیں کہ ہم اللہ کے محبوب اور چہیتے ہیں اور جنت ہمارے لئے مخصوص ہے ہمارے اعمال اچھے ہوں یا برے ہر حال میں ہم جنت میں جائیں گے بلکہ اُن کا عقیدہ یہ ہے کہ جنت میں داخل ہونیکا دارومدار ایمان اور عمل صالح پر ہے اسلئے مسلمان ہمیشہ اپنے نازیبا افعال واقوال سے ڈرتے رہتے ہیں بخلاف یہود کے کہ وہ بیدھڑک گناہ کرتے رہتے ہیں اور ساتھ ساتھ یہ کہتے جاتے ہیں سَيُغْفَرُ لَنَا یعنی ہم کوئی گناہ کرلیں سب بخشے جائینگے کسی قسم کی معصیت ہمارے لئے مضر نہیں اور نہ ہم سے کوئی حساب وکتاب ہوگا اسکے برعکس مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہوگا اسلئے ہر وقت وہ اپنی کوتاہیوں سے ڈرتے رہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ زندگی اور بڑھ جائے تاکہ گذشتہ تقصیرات کی توبہ اور استغفار سے کچھ تلافی کر سکیں اور کچھ اعمال صالحہ کر کے سفر آخرت کیلئے زاد اور راحلہ تیار کر سکیں۔

موت کی تمنا کا حکم شرعی

احادیث میں بلا ضرورت موت کی تمنا کرنیکی یا دنیاوی مصائب سے گھبرا کر موت کی آرزو کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ عمر کا زیادہ ہونا اور توبہ اور اعمال صالحہ کیلئے وقت کا میسر آجانا ایک نعمت

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَإِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِإِذْنِ

تو کہہ جو کوئی ہوگا دشمن جبریل کا سو اُس نے اُتارا ہے یہ کلام تیرے دل پر

اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اللہ کے حکم سے 6 سچا بتاتا اُس کلام کو جو اُس کے آگے ہے اور راہ دکھاتا اور خوشی سناتا ایمان والوں کو

عظمیٰ اور غنیمت کبریٰ ہے البتہ اگر قلب پر لقاء خداوندی کا شوق غالب ہو تو پھر موت کی تمنا جائز ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ فرط شوق سے اس درجہ مغلوب الحال ہو جائے کہ دنیاوی منافع اس کی نظروں سے اوجھل ہو جائیں اور غلبہ شوق میں اس کو اس کا بھی خیال نہ رہے کہ جس قدر عمر زیادہ ہوگی اُسی قدر قرب خداوندی کے اسباب زیادہ حاصل کرسکوں گا۔ اور حضرات صحابہ سے جو اس قسم کی آرزو منقول ہے سو وہ اس وقت میں تھی کہ جب اسباب موت کے سامنے آگئے اور دنیا کی زندگی سے مایوسی ہوگئی اس وقت موت کی فرحت اور مسرت میں کچھ کلمات زبان سے نکلے اور یہ وقت محل بحث سے خارج ہے۔ تفصیل کیلئے تفسیر عزیزی اور تفسیر مظہری کی مُراجعت کی جائے۔ اور یہ لوگ موت کی تمنا اور آرزو ہرگز نہیں کرسکتے اسلئے کہ البتہ تحقیق آپ ان کو سب لوگوں سے زیادہ اس فانی زندگی پر حریص پائینگے حتی کہ اُن لوگوں سے بھی زیادہ حریص پائینگے کہ جو لوگ مشرک اور بت پرست ہیں اور اُخروی حیات کے بالکل قائل نہیں فقط دنیوی ہی حیات کو حیات سمجھتے ہیں اور یہود باوجودیکہ حیات اُخروی اور آخرت کے ثواب اور عقاب کے قائل ہیں اُن کا سب سے زیادہ دنیاوی زندگی پر حریص ہونا اس امر کی بیّن دلیل ہے کہ اُن کو اپنے مجرم ہونیکا یقین کامل ہے، ہر ایک ان میں سے یہ چاہتا ہے کہ اس کو ہزار برس کی عمر دی جائے حالانکہ ہزار برس کی عمر دیا جانا بھی اللہ کے عذاب کو دفع نہیں کرسکتا۔ ہزار برس کے بعد پھر موت ہی ہے اور ان لوگوں کو اگر ہزار برس سے بھی زیادہ عمر ملجائے تب بھی کوئی فائدہ نہیں جس قدر ان کی عمر زیادہ ہوگی اسی قدر ان کا کفر زیادہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ اُن کے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے کہ دمبدم کفر اور معصیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اُن کے حق میں تخفیف عذاب کی کوئی صورت نہیں۔

شناعت بستم (۲۰)

قال تعالیٰ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَإِنَّهٗ نَزَّلَهٗ الی فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَ
جو کوئی ہوگا دشمن اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اسکے رسولوں کا اور جبریل کا اور
مِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝
میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے ان کافروں کا

ان آیات میں یہود کے نہ ایمان لانیکے لئے ایک خاص بہانہ کو ذکر کرکے اس کا رد فرماتے ہیں - وہ یہ کہ ہم قرآن پر اسلئے ایمان نہیں لاتے کہ اس کو جبریل لیکر آتے ہیں اور وہ ہمارے دشمن ہیں وہی ہمپر ہمیشہ اللہ کا عذاب لیکر آئے ہیں اسلئے ہم اُن کی بات نہیں مانینگے - البتہ میکائیل ہمارے دوست ہیں جو رحمت اور بارش کے فرشتہ ہیں وہ اگر وحی لیکر آتے تو ہم مان لیتے - اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیک وسلم اگر یہودی یہ کہیں کہ ہم قرآن کو اسلئے نہیں مانتے کہ وہ جبریل کے واسطہ سے نازل ہوا ہے اور جبریل ہمارے دشمن ہیں - اور محمد رسول اللہ کو ہمارے پوشیدہ اسرار سے مطلع کرتے ہیں اور اس سے پہلے بھی جس قدر بلائیں اور مصیبتیں اور احکام شاقہ نازل ہوئے وہ سب جبریل ہی لیکر آئے اسلئے ہم قرآن کو نہیں مانتے بخلاف توریت کے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو بلا واسطہ عنایت ہوئی - تو آپ اُن کے جواب میں یہ کہدیجئے کہ جو شخص جبریل کا دشمن ہو وہ درحقیقت اللہ کا دشمن ہے اسلئے کہ جبریل نے اس قرآن کو آپکے قلب پر اللہ کے حکم سے اُتارا ہے جس میں جبریل کا کوئی دخل و اختیار نہیں وہ تو محض سفیر یعنی ایلچی ہیں تم تو اس پر نظر کرو کہ نازل کرنیوالا کون ہے - حق جل شانہ اگر بجائے جبریل کے یہ کام میکائیل کے سپرد فرماتے تو وہ بھی یہی کرتے - نیز اس قرآن کے اوصاف پر نظر ڈالو کہ وہ کیسا ہے سو اس میں تین صفتیں ہیں اوّل یہ کہ وہ تمام پچھلی کتابوں کا تصدیق کرنے والا ہے لہذا قرآن کریم کی تصدیق تمام کتب الٰہیہ کی تصدیق ہے اور اس کی تکذیب تمام کتب الٰہیہ کی تکذیب ہے - دوم یہ کہ وہ خدا تک پہونچنے کا سیدھا راستہ بتاتی ہے اور سیدھا راستہ تو اگر دشمن بھی بتلائے تو اُسے فوراً قبول کرنا چاہیے - سوم یہ کہ یہ کتاب اہل ایمان کیلئے کہ جو خداوند ذوالجلال کے لقاء کے مشتاق اور متمنی ہیں اُن کے لئے ایک عظیم بشارت ہے - پس اب تم ہی بتلاؤ کہ جو فرشتہ تمہارے لئے خداوند ذوالجلال کی طرف سے ہدایت کے الوان نعمت کا خوان لیکر آیا ہو اور پھر محبین اور مشتاقین کے لئے ساتھ ساتھ خوشخبری بھی لیکر آیا ہو وہ

کمال محبت اور غایت اُلفت کا مستحق ہے یا دشمنی اور عداوت کا۔ افسوس ان لوگوں نے نہ اللہ کے پیغام ہدایت کو قبول کیا اور نہ بشارت میں داخل ہوئے یہ نہ سمجھا کہ اللہ کے فضل کو لیکر آنے والے سے دشمنی کرنا اللہ سے دشمنی کرنا ہے اور جو شخص اللہ کا دشمن ہو اور اس کے فرشتوں اور پیغمبروں کا اور خاصکر جبرئیل اور میکائیل کا تو اس کو خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ تمام کافروں کا دشمن ہے لہذا جو شخص جبرئیل کا دشمن ہوگا وہ خدا اور اُسکے فرشتوں اور اُس کے پیغمبروں کا دوست کیسے ہوسکتا ہے۔ سب اللہ کے حکم کے تابع ہیں۔ جو شخص بھی ان میں سے کسی سے عداوت رکھے وہ کافر ہے اور اللہ کافروں کا دشمن ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ کے دوستوں سے دشمنی کرنا اللہ سے لڑائی مول لینا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب یہودیوں نے یہ کہا کہ جبرئیل ہمارے دشمن ہیں اور میکائیل ہمارے دوست ہیں تو حضرت عمرؓ نے اُن سے یہ سوال کیا کہ یہ بتلاؤ کہ جبرئیل اور میکائیل کو بارگاہ خداوندی میں کیا مرتبہ اور کسدرجہ کا قرب حاصل ہے۔ یہود نے کہا کہ جبرئیل اللہ کے دائیں جانب ہیں اور میکائیل بائیں جانب۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا پس خدا کی قسم یہ ناممکن ہے کہ جبرئیل۔ میکائیل کے دشمن ہوں۔ اور یہ بھی ناممکن ہے کہ میکائیل۔ جبرئیل کے دشمنوں سے دوستی اور صلح کریں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب ان دونوں کو خدا سے یہ قرب ہے تو یہ ناممکن ہے کہ یہ دونوں آپس میں دشمن ہوں۔ کذا فی الدر المنثور صفحہ ۹۰ ج ۱

نکتہ کسی کلام کے نازل ہونیکے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ کلام اول کان پر پہونچے اور پھر کان سے دل تک پہونچے یہ طریقہ علم اور متعارف ہے۔

دوسرا طریق یہ ہے کہ اول کلام دل پر اُترے اور لفظ اور معنی سب سے پہلے دل میں اُتریں۔ اور پھر دل سے کان اور زبان تک پہونچیں۔ یہ طریقہ اہل اللہ کیساتھ مخصوص ہے۔ قرآن کریم کا نزول نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر اسی طریق پر ہوتا تھا۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن کے یاد کرنے اور بار بار پڑھنے کی حاجت نہ ہوتی تھی بلکہ ایک ہی مرتبہ سنکر آپ کو یاد ہو جاتا تھا اسلئے فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ فرمایا۔ بخلاف اُمت کے کہ اُن کو قرآن۔ معروف اور متعارف طریق سے پہونچا ہے کہ اول کانوں سے سنا پھر دلوں تک پہونچا۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۝
اور ہم نے اُتاریں تیری طرف آیتیں واضح اور منکر نہ ہوں گے اُن سے مگر وہی جو بے حکم ہیں

اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ
کیا اور جس بار باندھیں گے ایک اقرار پھینک دے گی اسکو ایک جماعت اُن میں سے بلکہ وہ اکثر

لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ
یقین نہیں کرتے اور جب پہنچا اُن کو رسول اللہ کی طرف سے سچ بتاتا

لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ
اُن پاس والی کو پھینک دی ایک جماعت نے کتاب پانے والوں میں کتاب اللہ کی

وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا
اپنی پیٹھ کے پیچھے گویا کہ اُن کو معلوم نہیں اور پیچھے لگے ہیں اُس علم کے جو پڑھتے تھے

الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ
شیطان سلطنت میں سلیمان کی اور کفر نہیں کیا سلیمان نے لیکن شیطانوں نے

كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۤ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ
کفر کیا لوگوں کو سکھاتے سحر اور اس علم کو جو اترا دو فرشتوں پر

بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى
بابل میں ہاروت اور ماروت پر اور وہ نہ سکھاتے کسی کو جب تک

يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا
نہ کہتے کہ ہم تو ہیں آزمانے کو سو تو مت کافر ہو پھر اُن سے سیکھتے جس چیز سے

يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ
جدائی ڈالتے مرد میں اور اُس کی عورت میں اور وہ اُس سے بگاڑ نہیں سکتے

مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۭ
کسی کا بغیر اذن اللہ کے اور سیکھتے ہیں جس سے اُن کو نقصان ہے اور نفع نہیں

قسط دہم

ملفوظات

ملقب بہ

الکلام الحسن

(از ارشادات و ملفوظات حضرت حکیم الامۃ مرشدی و مولائی جناب مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم)

(جمع کردہ حضرت مولانا مولوی مفتی محمد حسن صاحب دامت فیوضہم مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور)

(۱۶۳) فرمایا مولانا رومی نے ایک عجیب بات لکھی ہے۔ فرمایا ہے کہ جو لوگ خلوت کو جلوت پر علی الاطلاق ترجیح دیتے ہیں ان کا یہ ترجیح دینا بھی تو جلوت ہی کی بدولت ہوا ہے۔ ورنہ خلوت سے یہ علوم کیسے حاصل ہوتے۔ پھر خلوت کو علی الاطلاق کس طرح جلوت پر ترجیح دے سکتے ہیں۔

(۱۶۴) فرمایا آدم علیہ السلام کی تعلیم اسماء پر اشکال مشہور ہے نہایت مہمل ہے کہ ان کو کس طرح تعلیم دی گئی حالانکہ تعلیم کے لئے پہلے کچھ الفاظ ہونے چاہئیں۔ وھلم جرًا۔ جواب ظاہر ہے کہ بچوں کو روزمرہ جس طرح تعلیم دیتے ہیں جس کا وقوع مشاہد ہے اسی طرح ان کی تعلیم ہوئی۔

(۱۶۵) فرمایا حدیث میں ہے کہ نیکی کرنے سے عمر زیادہ ہوتی ہے۔ اسپر عام طور سے شبہ کیا جاتا ہے کہ عمر تو تقدیر میں مقرر ہے پھر عمر کیسے زیادہ ہو سکتی ہے۔ اس کا جواب حافظ ابن قیم رح نے نہایت عمدہ دیا ہے کہ عمر ہی کی کیا تخصیص ہے سب کائنات کا یہی حال ہے۔ رزق صحت وغیرہ جملہ اشیاء مقدر ہیں جن کے واسطے ہم اسباب تلاش کرتے ہیں۔ چنانچہ رزق کیلئے ذرائع اور صحت کیلئے معالجات۔ اور یہاں اشکال سب میں ہوتا ہے۔ پھر عمر ہی کی کیا تخصیص ہے۔ سو جس طرح اور اسباب و مسببات میں تعلق ہے اور کوئی اشکال نہیں کیا جاتا اسی طرح برّ اور زیادت عمر میں سبب و مسبب کا تعلق ہے۔

(۱۶۶) فرمایا وعظ اُس کو کہنا زیبا ہے جس کی کم از کم کتابیں تو ختم ہو گئی ہوں۔ وہ اُمید ہے کہ مسائل صحیح بیان کرے گا۔ اور جاہل پر کیا اطمینان ہے۔ اور اگر کتابیں پورا کئے بغیر وعظ کہے گا تو تحصیل علوم سے محروم رہے گا۔ اور دوسری دقیق شرط واعظ کیلئے یہ ہے کہ سلوک میں مشغول نہ ہو۔ وعظ کہنا شغل سلوک کو بھی مضر ہوگا کہ واعظ کو عوام کے تعلق سے چارہ نہیں اور اُس کا مضر ہونا ظاہر ہے

(۱۶۷) ایک شخص نے سوال کیا اگر جہنم کا عذاب منقطع ہو جاوے تو بعض صفات باری کا تعطل

لازم آئیگا۔ فرمایا گو جہنم کا عذاب واقع میں ابدی ہے اور اس باب میں نصوص قطعی محتمل قابل تاویل نہیں بلکہ ابدیت کا منکر عجب نہیں کہ کافر ہو۔ لیکن تاہم انقطاع عذاب کی تقدیر پر بھی تعطل لازم نہیں آتا۔ کیونکہ تعطل دو قسم ہے۔ ایک یہ کہ کام کا ارادہ کرے اور نہ کر سکے۔ گویا مشین بیکار ہو گئی۔ یہ تعطل تو نقص ہے اور واجب میں ممکن نہیں۔ دوسری قسم یہ ہے کہ صفات کا تعلق حوادث کے ساتھ کسی حکمت کی وجہ سے نہیں ہوا اور یہ جائز ہے۔ اور نہ اس تعطل کے امتناع سے حوادث کا قدم لازم آئیگا۔

(۱۶۸) فرمایا تجدد و امثال کا مسئلہ اصل میں کشفی ہے۔ صوفیہ کو مکشوف ہوا کہ ہر آن میں جواہر اور اعراض سب فانی ہوتے ہیں۔ اور دوسری آن میں نئے سرے سے پھر پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن بعض نے اسکو استدلالی بنانے کی کوشش کی ہے پھر اُن میں سے متکلمین نے جوہر اور عرض میں فرق کیا ہے جسکی کوئی دلیل نہیں اور اس فرق پر قیام العرض بالعرض سے کام لیا ہے اور اسپر قیام البقاء بالعرض کے امتناع کو متفرع کیا ہے سو خود اسی اصل پر کوئی دلیل نہیں۔ اور صوفیہ کے نزدیک تجدد امثال جواہر و اعراض دونوں میں مشارک ہے اور ان قائلین بالمشارکت میں سے بعض نے اس پر یہ دلیل بیان کی ہے کہ صفت امانت و احیاء دونوں کا تعلق جمیع حوادث سے ہر آن ضروری ہے ورنہ تعطل لازم آئیگا۔ پس تعطل سے بچنے کے لئے امانت کی تجلی سے ہر وقت کائنات کا عدم ہوتا ہے اور اسکے بعد احیاء کی تجلی سے وجود ہوتا رہتا ہے۔ اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ امانت کی تجلی کے وقت احیاء کی تجلی نہ ہوگی اور بالعکس بھی تب بھی ایک اسم کا تعطل لازم آئے گا تو جواب یہ ہے کہ کسی ایک تجلی کا نہ ہونا عدم محل کے سبب سے ہے۔ کیونکہ تجلی احیاء کیلئے محل معدوم ہے۔ اور تجلی امانت کیلئے محل موجود ہے۔ پس یہ تعطل نہیں۔ باقی خود یہ دلیل دراصل تعطل کی حقیقت نہ سمجھنے پر مبنی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

(۱۶۹) (ایک شخص نے کسی عضو کے درد کیلئے تعویذ مانگا) فرمایا دوا یا پانی پر دم کرا لو وہ بدن کے اندر جائیگا جس سے زیادہ اثر کی اُمید ہے۔

(۱۷۰) فرمایا میں نے ماموں امداد علی صاحب سے چلتے وقت عرض کیا تھا کہ مجھکو یاد رکھئے۔ فرمایا میرے یاد رکھنے سے تم کو فائدہ نہیں تم خود مجھکو یاد رکھنا کہ یہ مفید ہوگا۔

(۱۷۱) فرمایا عملیات میں اصل اثر خیال کا ہوتا ہے۔ باقی کلمات وغیرہ سے یہ خیال مضبوط ہو جاتا ہے کہ اب ضرور اثر ہوگا۔ گو عامل کو اس تحقیق کا پتہ بھی نہ ہو۔

(۱۷۲) فرمایا میں نے مولانا رفیع الدین صاحب کے ہمراہ توکل شاہ صاحب کی زیارت کی ہے۔ وہ

فرماتے تھے کہ میں جب اللہ کا نام لیتا ہوں تو زبان میٹھی ہو جاتی ہے اور خیال نہیں جیسا میٹھی ہو جاتی ہے۔

(۱۷۳) ایک شخص نے پوچھا کہ افطاری تیز کرسی پر جائز ہے یا نہیں (فرمایا حرام مال سے افطاری جائز ہے یا نہیں؟ مطلب یہ ہے کہ افطار کا وقوع تو دونوں جگہ ہو جائیگا۔ باقی قبح عارض دونوں جگہ ہے۔ (اور اسکے بعد فرمایا کہ) تیز کرسی پر کھانے کی قبح میں بعض مقامات میں تامل ہوتا ہے کیونکہ اب اُن مقامات میں یہ عام طور سے مشہور اور عام ہو گیا ہے اور عموم و شہرت کی وجہ سے تشبہ سے نکل جائیگا۔ مگر پورا عام نہیں ہوا اسلئے دل میں کچھ کھٹک سی رہتی ہے۔ جب تک دل میں کھٹک ہے تو پھر تشبہ کی وجہ سے ناجائز رہے گا

(۱۷۴) فرمایا احباب میں جو شخص ہدیہ پیش کرنا چاہے بہتر صورت یہ ہے کہ دو چار چیزوں کا نام لکھ دے۔ اور جس مقدار میں پیش کرنا چاہے وہ بھی لکھ دے پھر تعیین میں کر دوں گا۔ اس میں راحت ہوتی ہے۔ اور تکلّف نہ کرنا چاہئے۔ یہ نشانی ہے قلت مناسبت کی۔ مشہور ہے۔

اذا جاء الالفة رفعت الکلفة جب محبت ہو جائے تو کلفت رفع ہو جاتی ہے۔

(۱۷۵) فرمایا ہماری جماعت میں صرف دو چار چیزیں بدعت رہ گئی ہیں باقی سب جائز ہو گیا۔ (احقر جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت کا مقصود یہ تھا کہ بدعت سے سب ہی اجتناب کرنا چاہیے نہ یہ کہ کسی خاص گروہ کے رسم اور خیال کو اس کا معیار بنائے)

(۱۷۶) فرمایا بعض لوگ صرف برکت کے قصد سے آتے ہیں۔ اصلاح کا قصد کچھ نہیں کرتے نہ کچھ سمجھنے کا قصد کرتے ہیں۔ تو ایسے آنے سے کیا فائدہ۔

(۱۷۷) فرمایا احضار قلب کی ضد غفلت ہے یعنی احضار قلب کا قصد نہ کرنا صرف اغفال نہیں یعنی عدم احضار کا قصد۔ اور اخلاص اور احضار قلب یہ احسان کے اجزاء ہیں یا شرائط ہیں۔

(۱۷۸) فرمایا شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے فرمایا۔ اُس شخص کی صحبت اختیار کرو جو صوفی بھی ہو محدث بھی ہو۔ میں کہتا ہوں محقق ایسا ہی شخص ہو سکتا ہے۔

(۱۷۹) فرمایا "متاب از عشق رو گرچہ مجاز یست" کے یہ معنی نہیں کہ اسکے مقتضا پر بھی عمل کیا کرے کہ وہ تو زیادہ بُعد کا سبب بنجاویگا۔ بلکہ مراد یہ ہے خود نفس عشق کو بدون اسکے کہ اُسکے مقتضا پر عمل ہو عشق حقیقی کا مقدمہ بنایا جائے۔ کیونکہ اس سے بہت سے امراض باطنیہ خصوصاً کبر اس سے زائل ہو جاتے ہیں۔

(۱۸۰) فرمایا حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں مکہ مکرمہ میں ایک شخص نے ہرن کا چمڑا بطور ہدیہ پیش کیا کہ فلاں شخص نے بھیجا ہے۔ فرمایا اس سے بوئے وطن آتی ہے۔ لانے والے سے معلوم ہوا کہ جنہوں نے بھیجا ہے اُنہوں نے تھانہ بھون کے جنگل میں شکار کیا تھا۔ اسی طرح ایک آدمی تھانہ بھون کا ان کی مجلس میں حاضر ہوا اور ہجوم کے سبب آخر مجلس میں بیٹھ گیا اس خیال سے کہ فراغت کے بعد پاس جاکر سلام کروں گا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اس مجلس میں کوئی شخص تھانہ بھون کا ہے تب یہ پاس آکر ملے۔

(۱۸۱) فرمایا ایک شخص مسجد میں نماز پڑھنے کیواسطے آیا۔ امام محمد رحؒ اور امام شافعی رحؒ صاحب دونوں تشریف رکھتے تھے۔ دونوں صاحبوں میں اختلاف ہوا۔ ایک صاحبؒ نے فرمایا یہ لوہار ہے۔ دوسرے نے فرمایا یہ بڑھئی ہے۔ جب وہ شخص نماز سے فارغ ہو کر جانے لگا تو اس کو بلا کر دریافت کیا کہ تم کیا کام کرتے ہو۔ اُس نے عرض کیا میں پہلے بڑھئی کا کام کرتا تھا اور اب لوہار کا کام کرتا ہوں۔

اسی طرح ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ شکل دیکھ کر نام بتادیا کرتے تھے۔ اور اتنا ذوق تو میں بھی سمجھ لیتا ہوں کہ اس کا نام اس کے مناسب ہے۔ بہت کم نام ایسے ہونگے کہ ان میں اپنے مسمّٰے سے مناسبت وجداناً محسوس نہ ہو۔ اکثر ناموں میں اور اُن کے مسمّٰی میں مناسبت ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کسی لغت کو سُن کر فرما دیتے تھے کہ اسکے ایسے معنے ہونگے گویا حروف کے خواص اُن پر منکشف ہو جاتے تھے۔

(۱۸۲) فرمایا ایک حکیم صاحب ذوق فرماتے ہیں کہ نمازی اور غیر نمازی کے قارورے میں بھی فرق ہوتا ہے۔ اس میں ایک خاص قسم کا نور ہوتا ہے۔ اور بے نمازی کے قارورے میں وہ نور نہیں ہوتا۔ اس پر میں نے شبہ کیا کہ نجاست میں کیا نور ہوتا۔ شاہ لطف رسول صاحبؒ نے فرمایا کہ حدیث میں ہے

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ دَمِیْ نُوْرًا — اے اللہ میرے خون میں نور عطا فرما۔

اس سے معلوم ہوا کہ دم میں نور ہے حالانکہ دم نجس ہے۔ میں نے دو جواب دئے۔ اول یہ کہ نجس جب تک اپنی معدن میں ہو تو وہ طاہر ہوتا ہے حتی کہ بول بھی اور یہاں ذکر ہے بول منفصل کا اور اصل نور قلب میں ہوتا ہے۔ اور دوسرے اعضاء میں اس کی حلاوت بوجہ تلبّس کے سرایت کرجاتی ہے اور یہ نور وہ کیفیت ہے جس سے عبادت میں انشراح اور بسط اور ذوق اور خشوع وغیرہ پیدا ہوتے ہیں اور

نفس نور کی حقیقت یہ ہے کہ

ظَاهِرٌ بِنَفْسِهٖ وَمُظْهِرٌ لِغَیْرِهٖ

جو خود ظاہر ہو اور دوسری چیز کو ظاہر کرنیوالا ہو

دوسرے یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضلات شریفہ پاک تھے اُن پر دوسروں کو قیاس نہیں کرسکتے

(۱۸۳) فرمایا مدرسہ میں جو چندہ آتا ہے اس سے مہمان کو کھانا کھلانا جائز نہیں کیونکہ دینے والے کی غرض تو مصارف مدرسہ میں صرف کرنیکی ہوتی ہے اور یہ اُس میں داخل نہیں۔ اور مہتمم صرف امین اور وکیل ہوتا ہے۔ مالک نہیں ہوتا کہ جس طرح چاہے تصرف کرے۔ احقر نے عرض کیا چندہ میں سے ثلث لیکر چندہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں۔؟ فرمایا نہیں۔ احقر نے کہا حدیث سرایا سے بعض لوگوں نے تمسک کیا ہے فرمایا

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

اُجرت کو غیر اجرت پر قیاس کرلیا۔ وہاں تو امیر عامہ کو لشکر پر حسب مصلحت تقسیم کرنے کا حق ہے۔ اور خود مال مباح ہے۔ اور یہاں تغیر ضمان کے علاوہ جہالت اُجرت کا فساد موجود ہے۔

(۱۸۴) فرمایا بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو آوے اس کو بیعت کرلیا جاوے ورنہ کسی بدعتی پیر کے ہاتھ میں پھنس جاوے گا۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے تو اپنے اس فعل سے اس کو بدعتی کے ہاتھ میں پھنسنے سے روکا ہے۔ کیونکہ میرے اس دیر کا حاصل یہ ہے کہ یہ کام سوچ سمجھ کر کرنا چاہئے جلدی نہ کرے۔ اور بالفرض اگر خاص وہ ایک شخص کسی بدعتی کے یہاں پھنس بھی گیا تو دوسرے پچاسوں آدمی سوچ سمجھ کر پیر تجویز کرینگے اور بدعتیوں سے بچینگے۔ سمجھیں گے کہ جلدی کرنا اچھا نہیں۔ بس میرا یہ فعل تو بدعتیوں سے دور رہنے کا سبب ہے نہ کہ ان کے پاس جانے کا ذریعہ۔ غرض ہم اُس کے پھنسنے کا سبب نہیں ہیں۔ وہ خود اپنے فعل کا مباشر بالاختیار ہے۔

(۱۸۵) فرمایا اُمراء کی اصلاح کا طریق یہ ہے کہ ان سے ذرا استغنا کرے۔ اگر مصلح ان کو زیادہ لگے لپٹے گا تو وہ ذلیل اور خود غرض سمجھ کر نفرت کرینگے۔ میں نے نواب ڈھاکہ سے اسی مصلحت سے صرف ایک شرط لگائی تھی کہ کچھ ہدیہ پیش نہ کرنا۔ صرف اتنی ہی بات سے اتنے معتقد ہوئے کہ باصرار بیعت کی درخواست کی۔ مگر میں نے منظور نہیں کی کیونکہ جو غرض تھی بیعت سے وہ حاصل تھی یعنی اتباع اور دیکھنے والوں سے سنا ہے کہ جب میرا ذکر آتا تھا تو ان کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے اور کہتے تھے کہ صحابہ کا نمونہ اگر کسی کو دیکھنا ہو تو اُس کو (یعنی حضرت تھانوی دامت برکاتہم کو) دیکھنے۔ یہ سب کچھ تھوڑے سے استغناء کی برکت تھی

(۱۸۶) فرمایا صدقہ فطر میں جو اغنا مساکین کی حکمت بیان کی گئی ہے واقع میں وہ صرف صدقہ فطر سے غنی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کا دل اصلی فطرت کے مطابق ہوتا ہے اور اصل فطرت صرف ایک وقت یا ایک دن کا کھانا ملجانے سے مطمئن ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے

من اصبح معافی فی جسدہ امنا فی — جس شخص کی صبح اس حال میں ہو کہ وہ تندرست ہو

سربہ عندہ قوت یومہ فکانما — اور مامون ہو اور اس کے پاس اس دن کی روزی ہو

حیزت لہ الدنیا بحذافیرھا — تو سمجھو کہ ساری دنیا سمٹ کر اسکے پاس آ گئی۔

بخلاف غنی کے کہ اگر اس کے پاس دس سال کا خرچ موجود ہو پھر بھی یہ خیال کریگا کہ گیارہویں سال کیا کھاؤں گا۔

(۱۸۷) فرمایا ہر شبہ کا علمی جواب دینا مناسب نہیں۔ قرآن مجید میں دیکھو شیطان سجدہ نہ کرنے پر استدلال پیش کرتا ہے اور کہتا ہے

اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ — میں آدم ؑ سے بہتر ہوں

یہ دعوی ہے۔

خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ — آپنے مجھے آگ سے اور ان کو مٹی سے پیدا کیا

یہ دلیل کا ایک مقدمہ۔ اور دوسرا مقدمہ مطویہ ہے یعنی

اَلنَّارُ خَیْرٌ مِّنْ طِیْنٍ — آگ مٹی سے اچھی ہے

مگر اللہ تعالیٰ و تبارک اسکے کسی مقدمہ پر جرح نہیں فرماتے جواب صرف یہ ملتا ہے

اُخْرُجْ مِنْهَا — یہاں سے نکل جا۔

حالانکہ ابلیس کا استدلال کوئی قوی استدلال نہیں ہے۔ اس کا جواب تو ہم جیسے طالب علم دے سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ تمہارے سب مقدمات غلط ہیں پہلے یہ ثابت کرو کہ نار بہتر ہے مٹی سے۔ نیز اس کی تسلیم پر بھی یہ کہہ سکتے ہیں ممکن ہے کہ ترکیب سے خاصیات بدل جائیں۔ اور یہ بھی جواب ہو سکتا ہے کہ سجدہ کا مدار فضیلت پر نہیں حکم پر ہے۔ قرآن چونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے حکیم کا کلام ہے قادر مطلق کا کلام ہے اسلئے اس میں ایسے جوابات نہیں جو مغلوب الغضب لوگوں کے کلام میں ہوتے ہیں۔

(۱۸۸) فرمایا اذان کے بعد جو دعا پڑھی جاتی ہے اس میں ایک جزء ہے

اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَۃَ الخ — محمد کو (مقام) وسیلہ عطا فرما۔

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ دعا اپنے لئے کرنا جائز ہے یا نہیں؟ دونوں قول ہیں مگر اسکے متعلق شیخ محی الدین ابن عربی کا قول عجیب منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر بلا سوال بھی یہ درجہ کسیکو ملجاوے تب بھی ادب کی بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے تجویز کر کے آپکی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔

(۱۸۹) فرمایا مانسہرہ سے ایک شخص نے جو بیعت بھی ہیں خط لکھا کہ لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ تمہارے پیر (شیخ) قومی تحریکات میں حصہ نہیں لیتے۔ میں اس کا جواب ان لوگوں کو کیا دیا کروں۔ میں نے لکھا کہ تم ان کو یہ جواب دو کہ "ایسے مہمل پیر کو میں نے چھوڑ دیا" اور صرف زبانی ہی نہیں بلکہ سچ مچ چھوڑ بھی دو اور اگر تم نہیں چھوڑتے تو میں نے تم کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ معافی چاہتے رہے۔ تقریباً چھ ماہ تک قصہ رہا۔ آخر اس نے لکھا کہ معافی کی کوئی صورت ہو بھی سکتی ہے یا نہیں۔ اس کا جواب میں نے لکھا کہ ہاں یہ صورت ہے کہ تم اپنی غلطی کو مشتہر کرو۔ اور جن لوگوں کی نسبت یہ لکھا تھا کہ ان کو کیا جواب دوں۔ ان کے سامنے اپنی غلطی کا اظہار کرو پھر ان کے پتے ڈاک کے ذریعے سے مجھکو لکھ کر بھیجو تاکہ میں خود بھی ان سے تحقیق کروں کہ تم نے اُن سے کہا یا نہیں۔ اور اب تک یہ قصہ چل ہی رہا ہے (اس کے بعد اُنہوں نے سب شرطیں پوری کر دیں۔ اور میں نے بھی معاف کر دیا۔ مگر میں نے اُن کی تربیت دوسرے کے متعلق کر دی جس پر اُن سے عمل نہ ہو سکا۔ اس طرح سے قریب قریب اُن سے تعلق نہیں رہا)

(۱۹۰) فرمایا حضرت حاجی صاحبؒ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رح کا بیحد ادب فرماتے تھے ایسا کہ جیسا شیخ کا ادب کیا جاتا ہے۔ میرے سامنے حضرت گنگوہی رح کا دیا ہوا عمامہ ایک شخص نے حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں پیش کیا تو حضرت حاجی صاحب نے اس کو آنکھوں سے لگایا سر پر رکھا اور فرمایا کہ مولانا کا تبرک ہے۔

(۱۹۱) فرمایا ایک محقق انگریز نے لکھا ہے کہ اسلام ہندوستان میں تلوار سے نہیں پھیلا بلکہ دو طبقوں نے اسلام زیادہ پھیلایا۔ ایک طبقہ صوفیہ نے۔ دوسرے طبقہ تجار نے۔ لوگوں نے تبلیغ سے زیادہ ان کی صدق و امانت اور حالت معاملات کو دیکھ کر اسلام قبول کیا۔

(۱۹۲) فرمایا میں قانع علماء کے متعلق جن پر لوگ الزام لگاتے ہیں کہ یہ ترقی نہیں کرتے۔ وعظوں میں ایک مثال بیان کیا کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک رئیس کے پاس مثلاً ایک باورچی نوکر ہے

اور بہت جاں نثار ہے۔ روٹی بھی پکاتا ہے۔ پنکھا بھی ہلاتا ہے پاؤں بھی دباتا ہے اور تنخواہ اس کی دس روپیہ ہے۔ مثلاً اتفاق سے اسکے گھر کوئی مہمان آگیا۔ باورچی کی خدمات اور سلیقہ دیکھ کر اس سے اس نے تحقیق کیا کہ تمہاری تنخواہ کتنی ہے۔ اس نے کہا دس روپے۔ اس پر اس سے مہمان کہتا ہے کہ ہمارے ساتھ چلو ہم تم کو پچیس روپے دیوینگے اور چار آدمی کا کھانا بھی دیوینگے۔ اب میں معترض سے پوچھتا ہوں کہ تم مشورہ دو کہ وہ باورچی کیا کرے۔ بس جو تمہارا فیصلہ اس باورچی کے متعلق ہوگا وہی فیصلہ علماء کے لئے تجویز کر لو۔ ظاہر ہے کہ جاں نثاری کا تقاضا تو یہی ہے اور تم بھی یہی کہو گے۔ خصوصاً گر وہ تمہارا نوکر ہو کہ نہ جاوے اور اپنے مالک کی خدمت میں کم تنخواہ پر ہی پڑا رہے۔ اور اگر وہ ایسا کرے تو اُس کی مدح کرو گے پست خیال ہرگز نہ کہو گے۔ عین اسی طرح یہ علماء حق تعالیٰ کے ساتھ وہی معاملہ کرتے ہیں جو وفادار باورچی اپنے مالک کے ساتھ جاں نثاری کرتا ہے۔ پھر ان کو پست خیال کیوں کہا جاتا ہے۔

(۱۹۳) فرمایا سلوک میں وساوس کا آنا بھی بڑی رحمت ہے۔ کیونکہ اپنے علم سے یا شیخ کی تعلیم سے اُس کا غیر مضر ہونا تحقیق ہو جاتا ہے۔ پھر ہمیشہ کیلئے مطمئن ہو جاتا ہے کیونکہ جب کبھی وسوسہ آویگا وہی تعلیم رہنما بنجاویگی۔ ورنہ اگر موت کیوقت آگھیرا اُس پریشانی میں ان کا جواب اور ان سے نجات مشکل ہو جاتی ہے۔

(۱۹۴) فرمایا ایک سب انسپکٹر صاحب جو مرید بھی ہیں اُنہوں نے لکھا ہے کہ شام اور عشاء اور صبح کی نمازیں تو جماعت کے ساتھ پڑھ لیتا ہوں اور ظہر و عصر کے وقت بازار سے گزرنا پڑتا ہے اس میں یہ خطرہ ہے کہ ایک تو لوگ ادب و تعظیم کے واسطے اُٹھتے ہیں۔ دوسرے اس میں رعب نہیں رہتا۔ اور اس محکمہ کو رعب کی بیحد ضرورت ہے۔ اور یہ بھی لکھا کہ مجھکو کچھ حیا بھی آتی ہے لوگوں کے ساتھ دن میں نماز پڑھنے سے۔ میں نے لکھا کہ اگر کسی ایسی جگہ تبدیل ہو جاؤ جہاں مسلمان ہونے سے حیا اور عار آوے تو کیا ایسی جگہ میں اسلام کو چھوڑ دو گے۔ اور ہیبت کم ہونے کا جواب یہ ہے کہ اس سے ہیبت کم نہیں ہوتی بلکہ محبت کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے۔ البتہ نفرت کم ہو جاتی ہے جس کا نام تم نے ہیبت رکھا ہے۔

(باقی آئندہ)

قسط دوم

کیا علماء نے اسلام کی غلط ترجمانی کی؟

(از حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہم)

جواب شبہ ۹ اس کے بعد مدارس اسلامیہ پر اعتراض ہے کہ

"ہمارا یہ کام نہیں جو آیا پڑھا دیا بلکہ وہ مفید طرز اختیار کریں جس سے بھائیوں کو نفع پہنچے"

یہ تشریح نہ کی گئی کہ اس سے نفع دنیوی مراد ہے یا نفع دینی؟ اور دنیوی نفع مراد ہے تو کیا صرف اُسی کا حاصل کر لینا کافی ہے۔ اور کیا نفع دین کی حتیاج نہیں ہے! اور اگر نفع دینی مراد ہے تو کیا اس کے لئے تعلیم علوم دینیہ کی حاجت نہیں۔ اور کیا مدارس سے یہ نفع حاصل نہیں ہو رہا؟ یہ میں نہیں کہتا کہ اگر سو طالب علم پڑھتے ہیں تو ہر شخص ان میں سے ابو حنیفہ و غزالی بن جاتا ہے۔ مگر یہ بھی ضروری بات ہے کہ بہت سے اُن میں کام کے بھی ہوتے ہیں جن سے ہزاروں کو نفع پہنچتا ہے جس شخص نے تفصیلاً مدارس و فضلاء فارغین کا مشاہدہ کیا ہے اُس کی نظر میں یہ امر محسوس ہے۔ اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ اُس میں کوئی اصلاح کی ضرورت نہیں بہت سی اصلاحوں کی ضرورت ہے۔ لیکن اگر سستی یا قلت سرمایہ سے یا اور کسی وجہ سے اُس اصلاح میں توقف ہو تو کیا جتنا کام ہو رہا ہے اس کو بھی موقوف کر دیا جائے پھر اگر ہمت کر کے کوئی یہی کہدے کہ ہاں موقوف کر دیا جائے تو اُس سے یہ پوچھا جاوے گا کہ پھر علوم دینیہ کا بقاء ضروری ہے یا نہیں؟ اگر کہا جاوے کہ کچھ ضروری نہیں ایسے شخص سے تو خطاب ہی لاحاصل ہے؟ اُس کو بجائے اس کے کہ ضرورت علم دین کی اُس کے روبرو ثابت کیجاوے تجدید اسلام کا مشورہ دیا جاوے گا اور اگر ضروری ہے تو اس سلسلے کے بقاء کا پھر کیا طریقہ ہے؟ ظاہر ہے کہ بجز تعلیم و تعلم کے اور کوئی طریقہ نہیں پھر مدارس عربیہ میں جس قدر ہو رہا ہے یقینی بات ہے کہ وہ غنیمت ہے۔ اس کو بیکار وہی شخص سمجھ سکتا ہے جسکو اپنے افعال و اقوال کی نسبت یہ فکر نہ ہو کہ آیا یہ سب مرضی حق تعالیٰ کے موافق ہیں یا مخالف۔ جب یہ فکر ہوگی اس کی تفتیش کے درپے ہوگا اور تفتیش کے بعد اُن لوگوں سے پتہ لگے گا جو پھٹی لنگی اور پیوند زدہ کرتہ پہنے ایک کہنہ چٹائی پر ایک بوسیدہ کتاب کے مطالعہ میں مشغول ہیں جب روز روز اُن سے مشکلات حل ہوں گے جب سمجھ میں آوے گا کہ یہ جماعت کس کام کی ہے۔ اور اس کام کی کتنی ضرورت ہے۔ اور وہ ان ہی بے نظم مدارس سے چل رہا ہے۔ اور جسکو اس کی ضرورت نہ ہو وا قعی

اُس کے نزدیک یہ سب قصّہ مہمل ہے۔ اور آگے جو قصّہ ایک خدمت گذار معتقد علماء کا لکھا ہے کہ "وہ ضروری مسائل سے ناواقف تھا" سو اس میں علماء کا کیا قصور ہے۔ یہ اُس شخص کی بے توجہی ہے کہ اُس نے کبھی کسی سے نہ پوچھا اور بے پوچھے علماء کس کس چیز کو بتلاتے پھریں۔ اُن کی مثال طبیب کی سی ہے کہ کسی مریض نے کچھ شکایت کی قارورہ و نبض دیکھکر نسخہ لکھدیا۔ ضروری کام تو اُنکے ذمہ اسی قدر ہے۔ البتہ بعض ایسے عالی ہمت بھی ہیں کہ مسلمانوں کی حالت کی خود نگرانی کرکے ضروریات سے اطلاع دیتے ہیں۔ اس کا طریق وعظ گوئی ہے۔ سو ڈھونڈورا واعظین تو کسی شمار و قطار میں نہیں۔ محض جاہل ہیں۔ اُن میں جو خیرخواہ و ہمدرد واعظ ہیں اُن کے ساتھ حکام و رعایا کی طرف سے جو معاملہ ہوتا ہے بجز انبیاء و اولیاء کے اُس کا کوئی تحمل نہیں ہو سکتا۔ اب کس برتے پر وعظ کہیں۔ سوائے اس کے کہ ایک گوشہ میں بیٹھ جاویں اور جو اُن سے دریافت کرے جواب دیدیں۔ اور بیٹھے بٹھلائے خطرہ میں پڑنا ہر شخص کی ہمت نہیں۔ نہ عقلاً و نقلاً کوئی اس کا مکلف ہے۔

اس کے بعد علماء کی حالت کو اصلاح کے قابل بتلایا ہے۔ میں اس کا بھی انکار نہیں کرتا۔ لیکن اگر شامتِ اعمال سے کسی عالم نے اپنی حالت درست نہ کی تو ان کا یہ کہنا تو غلط نہیں ہو سکتا کہ اتباع شریعت واجب ہے۔ اُن کے اس قول پر تو عمل کرنا ضروری ہوگا۔ غایۃ ما فی الباب یہ کہ اُن سے بھی کہا جاویگا کہ تم کیوں نہیں عمل کرتے؟ یہ کیا وجہ کہ پہلے اُن کی درستی کا انتظام کیا جاوے اُس کے بعد اپنی درستی کا وعدہ کیا جاوے حالانکہ اپنی درستی کے لئے تو اُن کا قول کافی ہے۔ اور اگر فعل ہی کی ضرورت ہے تو کیا تمام علماء کے افعال نادرست ہیں۔ پھر اُن کی تقلید کیوں نہیں کیجاتی جب درستی کا ارادہ نہیں ہوتا ہزاروں حیلے نکل آتے ہیں۔ اور عازم درستی کے لئے ہر وقت درستی ممکن ہے

جواب شبہ ۱۲ اُس کے بعد ترمیم نصابِ تعلیم کو سند کے طور پر لائے ہیں کہ

"زمانہ کے بدل جانے سے احکام بدل جاتے ہیں۔ اور اس سے کوٹ پتلون کا جواز ثابت کرنا چاہا ہے"

عزیز من تمام امور دو قسم پر ہیں۔ مقاصد اور ذرائع۔ مقاصد جو شریعت نے مقرر کر دئیے ہیں آسمان بدل جائے زمین بدل جائے، مگر وہ نہیں بدلتے اور زمانہ کے بدلنے سے تو وہ کیا بدلیں گے ان احکام کا بدلنے والا ملحد و زندیق ہوتا ہے۔ رہ گئے ذرائع۔ وہ

اصل میں اُن مقاصد کی تحصیل کے لئے ہوتے ہیں۔ سو ممکن ہے ایک زمانہ میں ایک مقصود کسی خاص طریقہ سے حاصل ہوتا ہو اُس زمانہ میں وہ طریق مطلوب ہوگا۔ دوسرے زمانہ میں وہ مقصود دوسرے طریق سے حاصل ہونے لگا اسلئے طریق اول کو چھوڑ کر دوسرا طریق اختیار کیا بشرطیکہ دوسرا طریق کسی نص سے ممنوع الاستعمال نہ ہو۔ اس کی مثال یہ ہے کہ حج مقصود ہے اور بادبانی جہاز میں سفر کرنا اس کا طریق۔ اب حج میں تو کسی مصلحت سے تغیر نہیں ہو سکتا۔ مثلاً حج ماہ ذی الحجہ میں ہوتا ہے کسی شخص کو محرم میں فرصت ہوتی ہے اُس کے لئے محرم میں جائز ہو جاوے۔ یہ ناممکن ہے۔ اور طریق میں تغیر ہو سکتا ہے۔ مثلاً بجائے بادبانی جہاز کے اب دخانی جہاز چلنے لگا۔ اب پہلا طریق ترک کر کے دوسرا اختیار کرنا جائز ہے۔

جب یہ قاعدہ سمجھ میں آگیا تو سمجھنا چاہئے کہ "تحصیلِ علمِ دین" مقصود ہے اور نصابِ خاص اُس کا آلہ اور ذریعہ۔ "کسبِ حلال" مقصود ہے۔ حرفت اور صنعت اُس کا آلہ۔ سو زمانہ کے بدلنے سے اگر نصاب التعلیم بدل دیا جانا جائز ہو تو اُس سے مقاصد کی تبدیل کا جواز لازم نہیں آتا۔ اور "حرمت تشبہ بالکفار" مقاصد شرعیہ میں سے ہے۔ قرآن و حدیث میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ سو جب تک کسی امر میں تشبہ رہے گا۔ وہ کسی زمانہ کے بدلنے سے نہیں بدل سکتا۔ البتہ کسی وقت میں کسی جہت سے تشبہ ہی نہ رہے تو اب بوجہ اس کے کہ قانون تشبہ سے خارج ہو گیا مباح ہوگا۔ تو باوجود اس تفاوت کے کوٹ پتلون کو نصاب التعلیم پر کس طرح قیاس کرنا صحیح ہے؟

جواب شبہ علما اور وہ کونسی بات ہوگی جس کو علما دس برس پہلے حرام بتلاتے تھے اور اب اس کے جواز پر فتوے دئے جاتے ہیں۔ اگر وہ ذرائع میں سے ہے تو اُس کی تبدیل کا قاعدہ ابھی معلوم ہو چکا ہے۔ اور اگر مقاصد میں سے ہے تو اُس میں ایسی تبدیل کوئی نہیں کر سکتا۔ اور اگر کسی نے ایسا کیا ہو، اُسکی غلطی ہے کسی کی غلطی سے قواعد شرعیہ نہیں بدل سکتے۔ عجب نہیں کہ تعلیم انگریزی اس سے مراد ہو۔ تو جان لینا چاہئے کہ اس کو جس نے ممنوع کہا تھا یا اب بھی کہہ رہا ہے، نہ صرف زبان کی وجہ سے۔ بلکہ جو مفاسد اس کے ساتھ فی الحال لگے ہوتے ہیں یا آئندہ چل کر ہو جاتے ہیں سو واقع میں اُن مفاسد کو حرام کہنا مقصود ہے۔ سو وہ اب کون عالم ہوگا جس نے اُن مفاسد کے جواز پر فتویٰ دیدیا ہوگا۔

جواب شبہ ۱۲ اس کے بعد علماء پر گوشہ نشینی کا الزام لگایا۔

عزیز من آپ کو خبر نہیں جس پیغمبر (روحی فداہ) کا ہم کلمہ پڑھ رہے ہیں۔ اور آپ کی تصدیق ومحبت کو جزو ایمان سمجھتے ہیں اور واقع میں بھی ہے۔ آپ نے اس زمانہ کی علامات بیان فرما کر بڑی تاکید اور زور سے مشورہ دیا ہے کہ "گوشہ میں پڑ کر بلکہ جنگل میں کسی درخت کی جڑ کو دانت سے پکڑ کر اپنی جان دیدو"۔ اور فرمایا ہے کہ "وہ ایسا زمانہ ہو گا کہ جس میں صبح کو مسلمان، شام کو کافر اور صبح کو کافر، شام کو مسلمان۔ یہ حال ہو جاوے گا"۔ اور فرمایا کہ "جب تم دیکھو کہ ہر شخص اپنی حرص کی اطاعت کرتا ہے اور خواہشِ نفسانی کی پیروی کرتا ہے اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے اور ہر شخص اپنی رائے کو پسند کرتا ہے۔ تو بس تم اُس وقت اپنا دین سنبھالو اور عوام سے تعرض مت کرو"۔

عزیز من! ان علامات سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ وہ زمانہ یہی ہے۔ پھر علماء نے کیا بُرا کیا جو گوشہ اختیار کیا۔ جو لوگ گوشوں سے نکل نکل کر ان فتنوں میں گھستے ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے اُن کو قوتِ ولایت عنایت فرمائی ہے تب تو خیر وہ سلامت رہتے ہیں۔ ورنہ اکثر لوگ دوسروں کی اصلاح میں خود بگڑ جاتے ہیں جس طرح کوئی جلتی آگ میں کودے کہ دوسروں کو نکالوں گا کچھ تعجب نہیں کہ خود ہی جل جاوے۔ اور بڑی وجہ اس کی یہی ہے کہ جن کی اصلاح کرتا ہے وہ خود اپنی اصلاح نہیں چاہتے اس واسطے اُدھر اثر نہیں ہوتا۔ اور یہ شخص بعض اوقات بامیدِ اصلاح اُن کی ساتھ مداہنت ونرمی سے پیش آتا ہے اور اُن کے اقوال وافعال پر چشم پوشی کرتا ہے۔ شدہ شدہ خود اُس کا دل ظلمانی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ بارہا اس کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ بس جس حالت میں دنیا پرستوں کی یہ کیفیت ہے کہ علماء کو اپنے رنگ میں ملانا چاہتے ہیں اور خود اُن کے رنگ میں نہیں آنا چاہتے۔ تو بتلاؤ کہ عبث تضییع اوقات وآوارہ گردی سے کیا نفع؟ بس اپنا ہی دین بچ جاوے تو غنیمت ہے۔ البتہ جو شخص خود درخواست اصلاح کی کرے اُس کی اصلاح کے لئے سب حاضر ہیں۔ جب تک توقع اصلاح کی باقی ہے۔ اور جب مایوسی ہو جاوے اُس وقت بجائے وعظ ونصیحت کے حق تعالیٰ سے دعا والتجا ہدایت کی کیجاتی ہے۔

جواب شبہ ۱۳ اس کے بعد تین اجزاء دین کے لکھے ہیں۔ "عقائد وعبادات ومعاملات" اور دو چیزیں رہ گئی ہیں "آداب معاشرت واصلاح نفس" خیر! یہ سب چیزیں واقع

ہیں اجزائے دین ہیں۔ مگر اس کے بعد جو لکھا ہے کہ "اعتقادات کا کوئی نصاب نہیں" خدا جانے "اعتقادات" کے کیا معنی سمجھ لئے ہیں جو اس کے نصاب کی نفی کردی۔ اعتقادات چند معدود چیزوں کی تصدیق کا نام ہے تو وہ سب چیزیں مفصل طور پر جداگانہ کتب میں مدوّن و مجتمع ہیں اور ہر دعوے پر دلائل قائم ہیں۔ یہ خود مستقل علم ہے۔ عبادات و معاملات کے تابع نہیں۔ جیسا مخاطب عزیز نے لکھا ہے۔ غرض یہ جزو فہرست اجزاء سے نہ گھٹ سکا۔ جس سے دینیات کا اختصار ثابت کرنا مقصود تھا بلکہ یہ جزو سب اجزاء سے بڑھ کر مہتم بالشان ہے۔ اور اس میں بڑے بڑے عقلا کو لغزشیں ہوئی ہیں۔ اور اسی جزو کے اندر اختلاف بیجا کرنے سے بہتّر فرقے گمراہ پیدا ہو گئے جن میں سے اس وقت ہندوستان میں معتزلیوں کی ترقی ہے اور اکثر تصانیف و لیکچر اسی مذہب اعتزال سے مملو و مشحون ہیں جن سے ہزاروں تباہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بھلا اتنی بڑی چیز کو کسی طرح نظرانداز کیا جا سکتا ہے؟

دوسرا حصّہ عبادات کا ہے جس میں آگے کلام آتا ہے۔ یہ بھی بہت بڑا حصّہ ہے۔

تیسرا حصّہ معاملات کا ہے اس کو مخاطب عزیز نے تابع سلطنت قرار دیکر اس کی بھی صفائی کردی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاملات کے جزو دین ہونے کے معنی نہیں سمجھے۔ معاملات کا واقع ہونا جزو دین نہیں، بلکہ واقع ہونے کے وقت صحیح و مطابق قواعد شرع کے ہونا یہ جزو دین ہے اس میں سلطنت ہو یا نہ ہو جب کوئی معاملہ مطابق شرع کے ہوگا صحیح ہوگا۔ اگر مخالف ہوگا فاسد ہوگا۔ یہ دونوں شرعی مسئلے ہر حال میں صحیح ہیں۔ اس میں سلطنت و مسکنت دونوں مساوی ہیں۔ آگے جو لکھا ہے کہ "زنا سے سنگسار نہیں ہوتے۔ چوری سے ہاتھ نہیں کٹتے" اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ معاملات خارج دین ہو گئے۔ یا جو کچھ اب ہو رہا ہے سب جائز ہے۔ اس کا جو حکم شرعی تھا کہ رجم و قطع ید واجب ہے۔ وہ اب بھی بحالہ محفوظ ہے خواہ قدرت نہ ہونیکی وجہ سے اس پر مسلمان عمل نہ کر سکیں۔ اس میں عاصی ہوں یا معذور ہوں یہ دوسری بحث ہے۔ اس سے علم معاملات کا واجب التحصیل نہ ہونا کس طرح لازم آیا؟ علم دین کی تکمیل کے لئے تو اب بھی اس کے مسائل کا معلوم کرنا واجب و فرض ہے۔ اگر یہ شبہ ہو کہ پھر اس کا نفع کیا؟ سو نفع اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا علم صحیح ہو جاوے۔ یہ نہ سمجھے کہ اس میں سزا لئے جرمانہ و جیل کافی ہے۔ اس کے بعد جو صورت فرض کی ہے وہ ذرا نازک ہے مگر اس میں بھی کلام کرنا چاہتا ہوں۔

زنا کی نالش ایک دعویٰ ہے اور عند الحاکم اس دعوے کیلئے گواہ کی ضرورت ہے - اور گواہ ہونے چاہئیں چار - اور جو جو اُس کی شرائط کتب مذہبیہ میں مذکور ہیں وہ سب مجتمع ہونا چاہئیں - پھر خود اسکے صریح طور پر دیکھنے سے بھی احکام کا فرق ہو جاتا ہے - اور اُس عورت کی زوجہ و خواہر و مادر ہونے کے اعتبار سے بھی اختلاف احکام ہو جاتا ہے - میں سب کی تفصیل[1] لکھتا مگر بخوفِ تطویل سب کو حذف کرکے اتنا لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ فی الواقع جن صورتوں میں شریعت نے دعوے کی اجازت نہیں دی - دعویٰ کرنا حرام اور سخت معصیت ہے - اور اگر دعویٰ کیا تو بلا شک یہ شخص مُعین ہوگا حکمِ مخالفِ شرع کا - رہا یہ شبہ کہ پھر کیا کرے کیا خاموش ہو کر بیٹھ رہے؟ میں پوچھتا ہوں کہ اگر بالفرض اس کو کوئی گواہ معاینہ کا میسّر نہ ہو اور کوئی شخص جھوٹی گواہی پر رضامند نہ ہو تو اُس وقت میں پوچھتا ہوں کہ یہ شخص کیا کرے؟ جو اس سوال کا جواب ہے وہی عزیز مخاطب کے سوال کا جواب ہے - اور جس صورت میں دعویٰ کرنا جائز ہو بیشک دعویٰ کرے - رہا یہ امر کہ حکمِ قانونی خلافِ حکمِ شرع ہے اور یہ شخص اس کا مُعین ہے - سو جو سزا اس قانون میں ہے وہ شرعاً "تعزیر" کہلاتی ہے - اور جو سزائے شرعی ہے وہ "حد" ہے - اور "تعزیر" بہ نسبت "حد" کے خفیف ہے - سو جو شخص اس مجبوری سے کہ اس کا پورا حق نہ دے گا - بنا پورا حق چھوڑ کر جزوِ حق کا دعویٰ کرے اور وہ اس کو دیا جاوے تو اس مدعی کو کیوں گناہ ہوگا - اس نے کونسی مخالفت شریعت کی؟ جس شخص کے ہزار روپے کسی کے ذمہ واجب ہوں مگر پانسو کی تو میعاد گذر گئی اسلئے اسکے وصول سے مایوسی ہے - پانسو تازہ قرض تھا اس کی ڈگری ہو گئی تو اس صورت میں حاکم پر جو کچھ بھی الزام ہو مگر اس شخص پر کوئی معصیت نہیں - نہ اس نے کوئی مخالفت شرع کی کی - نہ مخالفت کی اعانت کی - مگر قطع نظر ان سب اُمور کے یہ علم دینیات سے خارج کیوں کر دیا جاوے - اگر تمام جہان بد پرہیزی کرنے لگے تو علم طب کا ایک حصہ اس بنا پر خارج کر دینا چاہئے کہ اسکے موافق کوئی عمل تو کرتا نہیں پھر کیا فائدہ - رہا یہ سوال کہ طالب علموں کو ان جرائم کی سزائے شرعی پڑھانے سے کیا فائدہ - اس کا ایک فائدہ تو اوپر ذکر کر چکا ہوں - دوسرا فائدہ یہ ہے کہ بدون تعلم و تعلیم کے بقاءِ علم ممکن نہیں - اگر یہ سلسلہ منقطع ہو جاوے تو قطعاً اس جزوِ دین کا علم مفقود ہو جاوے - پھر اگر کسی وقت اس کی ضرورت پڑے

---

[1] صریح نہ دیکھنے میں دعویٰ زنا کا جائز نہیں البتہ دعویٰ اختلاط و ارتباط کا ہوگا اور اس کی سزا "تعزیر" ہے جس میں سزائے بید و جرمانہ و جیل وغیرہ سب داخل ہیں اور صریح دیکھنے میں جبکہ گواہ نہ ہوں اگر اپنی بی بی یا محرمِ شرعی کو دیکھے

تو بتلانے والے کہاں سے آئیں گے؟ اور اگر ایسا ہی حذف کرنا ہے تو سب سے اول قرآن مجید میں اختصار کرنا چاہیے کہ سب علوم کی جڑ وہی ہے۔ کیونکہ جب ان احکام پر عمل نہیں ہوتا تو پھر اُن آیات سے کیا فائدہ پھر خدانخواستہ اگر کسی موقع پر نماز روزہ سے ممانعت ہو جاوے تو وہ آیتیں بھی کم کردی جاویں کہ یہ سب بے فائدہ ہیں۔ پھر نعوذ باللہ اگر مسلمان رہنے کی اجازت نہ رہے تو وہ آیتیں بھی نکال دی جاویں کہ یہ بھی بے فائدہ ہیں۔ غرض اس طرح تو سارا اسلام اور قرآن بیکار ٹھیرتا ہے۔ الٰہی توبہ۔

اس کے بعد جو تنگ ہو کر مسلمانوں کو دعائے خیر دی ہے کہ "اللہ میاں اس جہان سے ان کو اُٹھا لیں تو اُن کی نجات ہو"۔ عزیز من آپنے تو یہ طعن سے لکھا ہے۔ مگر اتفاقی بات ہے کہ قلم سے سچا مضمون نکل گیا۔ واقع میں اس وقت اسلامِ خالص پر قائم رہنا اس قدر مشکل ہے جیسا ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "ایسے زمانہ میں اسلام پر قائم رہنا اس قدر دشوار ہوگا جیسے چنگاری کو مٹھی کے اندر بند کرنا" اور اسی لئے ارشاد فرمایا ہے کہ "ایسے آشوب کے زمانہ میں جو شخص دین پر عمل کرے گا اس کو پچاس صحابی کے برابر اجر ملے گا" اور اسی زمانہ میں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ "آج وہ زمانہ ہے کہ ظاہرِ زمین بطنِ زمین سے بہتر ہے" یعنی حیات۔ اور "ایک وقت آوے گا کہ بطنِ زمین ظاہرِ زمین سے بہتر ہوگا" یعنی موت۔ کوئی شک نہیں اس فتنہ کے زمانہ میں اگر کوئی شخص اپنا دین لب گور تک سلامت لیجاوے اُس نے بڑا کام کیا۔ یا الٰہی مدد فرمائیو۔ ایمان پر خاتمہ کیجیو۔

اس کے بعد چھوٹے معاملات کو اُردو کی کتابوں میں مقید اور عبادت کے باب کو نہایت مختصر کیا گیا ہے۔ جس طرح مخاطبِ عزیز نے علماء پر بےخبریِ واقعاتِ دنیا کا حکم لگایا ہے اس مضمون سے مخاطب عزیز پر بےخبریِ واقعات دینیہ کا حکم لگایا جانا صحیح ہے۔ عزیز من دین پر عمل کرنیوالوں کو عبادات و معاملات میں جو نئی نئی صورتیں روزانہ پیش آتی ہیں اُن کا احصاء و شمار کرنے کا قصد کیا جاوے ممکن نہیں اور ہر صورت کے متعلق جداگانہ حکم۔ جب صورتیں خارج از شمار ہیں تو اُن کے احکام اس قدر مختصر کیونکر ہو سکتے ہیں؟ اس کی تصدیق کے لئے ایک ہفتہ یا ایک ماہ کسی فتویٰ نویس عالم کے خطوط کو دیکھا جاوے۔ ممکن ہے کہ اس میں بعض فضول سوال بھی ہوں اُن کو منہا کر کے ضروری سوالات جو روزمرہ پیش آتے ہیں منتخب کر کے اُن ہی اردو کی کتابوں اور قرآن مجید کے "رکوعِ صوم" میں اُن کے احکام ڈھونڈے جاویں تب اس دعوے کی صحت یا غلطی معلوم ہو۔ اور یوں بلا تجربہ و مشاہدہ جو کچھ کہا جاوے قابلِ التفات نہیں۔

آنعزیز نے دس برس پر تعجب کیا مگر جس کا نام کمالِ علم دین ہے وہ تو پچاس برس میں بھی خاطر خواہ میسر نہیں ہوتا۔ میری اس قدر عمر اس خدمت میں گذری ہے مگر ابتک یہ مسئلہ مجھکو معلوم نہیں اور نہ کسی کتاب میں ابتک مجھکو ملا اور روزمرہ واقع ہوتا ہے کہ "مسافر امام کے سلام کے بعد جب مقتدی کھڑا ہو کر نماز پوری کرے تو یہ تو معلوم ہے کہ فاتحہ نہیں پڑھتا مگر قومہ میں سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ۔ یا رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہے یا نہ کہے؟" بھلا کسی اردو کی کتاب یا قرآن مجید کے کسی رکوع میں سے یہ مسئلہ نکال تو دیا جاوے اور اگر رائے سے جواب دیا جاوے تو ہر شخص کی رائے معتبر نہیں جس شخص نے تمام اصول و فروع و دلائل و نظائر کو احاطہ کیا ہو اسی کی رائے بھی قابلِ اعتبار ہو سکتی ہے۔ سو یہ احاطہ سالہا سال میں جا کر نصیب ہوتا ہے اب بتلاؤ کہ دس برس زائد ہیں یا کم ؟

جواب شبہ ۱۴ اس کے بعد جو مسجد کا رستہ لینے والوں پر عیب لگایا ہے سو جس نے مسجد تحصیل ... کے لئے سنبھالی بہت بڑا کیا۔ شریعت اس کو بھی لتاڑتی ہے۔ اور اگر عبادت و علم کے ... ایسا کیا اور رزق کو اللہ تعالیٰ کے ... سمجھا۔ تو کیا برائی کی؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نبوت اگر مسجد نشینی نہیں کی تو کیا کیا؟ اور کیا صحابہ سے ہدایا اور تحائف قبول نہیں فرمائے؟ اور کیا آپ کو قرآن مجید میں یہ نہیں فرمایا۔

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ط نَحْنُ نَرْزُقُكَ۔ الآیۃ

آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اسپر پابند رہیے۔ ہم آپ سے رزق نہیں مانگتے بلکہ ہم آپ کو رزق عطا کرتے ہیں۔

پھر اس میں عیب کیا ہوا؟ سا ... ی بات یہ ہے کہ جو شخص ظاہراً ٹیپ ٹاپ سے رہتا ہے اس کے عیوب بھی موجب تحقیر نہیں ہوتے۔ اور جو شخص مسکنت غربت سے رہتا ہے اس کے ہنر بھی باعث تذلیل ہوتے ہیں۔ قسم دیگر پوچھتا ہوں کہ مسجد نشینوں کے فتوحات جو منجانب ... عنایت ہوتے ہیں جسقدر لوگوں کی نظر میں حقیر و ذلیل ہیں کیا کسی بڑے عہدہ دار کی رشوت کی کمائی اس قدر نظر میں حقیر و ذلیل ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اہل ثروت کا کفر و فسق نظر میں نہیں چبھتا۔ اور غریب مسلمانوں کی دینداری و اطاعت خداوندی بیقدری کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ اَنَا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

جواب شبہ ۱۵ اس کے بعد کوٹ پتلون کی حکایت مذکور ہے اور ٹوپی کی تبدیل تو ...

لباس بنجانے کیلئے کافی کہا گیا ہے جس سے سخت حیرت ہے۔ اگر کوئی شخص زنانہ پاجامہ، زنانہ کرتہ، زنانہ دوپٹہ پہنے۔ مگر سر پر امتیاز کیلئے ٹوپی بھی اوڑھ لے کیا کوئی عاقل اس شخص کے لباس کو صرف ٹوپی کی وجہ سے مردانہ لباس کہہ سکتا ہے؟ بلکہ اگر تمام تر لباس مردانہ ہو مگر ایک کپڑا صرف زنانہ ہو جب بھی لوگ اسکو ہنسینگے۔ حالانکہ غالب حصہ مردانہ لباس ہے۔ پھر اس کے عکس میں تو کیا ہونا چاہئے۔ اور یہ جو پیشین گوئی کی ہے کہ دس برس کے بعد منکرین کو بھی پہننا پڑیگا سو اول تو بلا دلیل یہ پیشین گوئی مقبول نہیں۔ پھر اگر خدانخواستہ ایسا ہی ہوا تو اس وقت یوں کہو کہ یہ لباس بہت عام ہوگا۔ اور جو خصوصیت غیر اقوام کے ساتھ اس لباس کو ہے جس خصوصیت کی وجہ سے تشبہ کا حکم کیا جاتا ہے یہ خصوصیت جاتی رہیگی جب خصوصیت گئی تو تشبہ بھی گیا پھر اگر مانع بھی پہننے لگے تو حرج کیا ہوگا؟ لیکن جبتک خصوصیت باقی ہے اور تشبہ حاصل ہے حکم شرعی کس طرح اس پر متوجہ نہ ہوگا؟

اس کے بعد سواری میں اس لباس کی ضرورت لکھی ہے۔ سو میں اگر گھوڑے کی سواری جانتا تب تو اس کا عملی جواب دیتا۔ مگر افسوس کہ اب اس سے قاصر ہوں۔ لیکن اب بھی کئی شافی جواب رکھتا ہوں۔ اول انگریز مدت سے گھوڑے پر خوب سوار ہوتے ہیں۔ دوم بہت لوگ اسپ سوار دیکھے جو پچاس پچاس میل کا دورہ کرتے تھے مگر یہ لباس ان کے پاس نہیں دیکھا وہ کیونکر سوار ہوتے ہیں۔ سوم اگر یہ ہندوستانی کپڑا سواری میں جلد پھٹ جاتا ہے تو خدا کا فضل ہے ایک پاجامہ کی جگہ چار پاجامے بنا لئے جاویں۔ چہارم اگر کسی مضبوط کپڑے کا پاجامہ ہی بنایا جاوے تو یہ بھی ممکن ہے کہ بشکل پاجامہ ہندوستانی کے بنایا جاوے ٹخنے بھی کھلے رہیں پتلون بنانے کی کیا حاجت ہے۔ پنجم اگر مان بھی لیا جاوے کہ بدون اسکے سواری میں تکلیف ہوتی ہے۔ تو غایت سے غایت صرف ایک چیز کی ضرورت ثابت ہوئی بشرطیکہ ٹخنا ضرور کھلا ہو وہ بھی ایک خاص وقت میں۔ اس کے علاوہ جو بہت سی چیزیں خلاف شرع کمرہ میں موجود ہیں چنانچہ تصویر و باجہ وغیرہ اس کی کون ضرورت ہے؟ اسی طرح غیر وقت سواری میں اس لباس کی کیا حاجت ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ گشت سے فارغ ہوکر اس کو نکال دیا جاوے۔ اور پہننے کے وقت میں بھی اس کی کراہت و نفرت دل میں رکھی جاوے۔ اس طرح ضرورت بھی رفع ہوگئی اور زیادہ مخالفت بھی شریعت کی نہ ہوئی۔ اسلئے کہ

اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ — ضرورتیں ممنوع چیزوں کو مباح کردیتی ہیں

خود مسئلہ شرعیہ ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ حکم بھی ہے کہ

اَلضَّرُوْرِیُّ یَتَقَدَّرُ بِقَدْرِ الضَّرُوْرَۃِ ضرورت سے جس چیز کی اجازت ہوئی ہو وہ حد ضرورت تک جائز ہوگی مثلاً ضرورت مبحوث فیہا میں اگر صرف پتلون سے ضرورت رفع ہو جاوے تو کوٹ جائز نہ ہوگا جب صرف سواری کیوقت احتیاج ہے غیر وقت میں جائز نہ ہوگا جب صرف استعمال بدنی کی حاجت ہے دل سے اسکو پسند کرنا جائز نہ ہوگا۔ دوائے تلخ جو بضرورت استعمال کیجاتی ہے کیا اس سے کوئی دل سے خوش ہوتا ہے؟ اگر وہ مکروہ طبعی ہے تو یہ مکروہ شرعی ہے۔ پھر اس میں کراہت و نفرت نہ ہونیکی کیا وجہ؟ اس طرح اگر استعمال ہو تو اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ عفو ہو جائے۔ اور اس میں بھی بدون اس بات کے کہے رہا جاتا نہیں کہ اگر حاکم ضلع بالمشافہہ کسی خاص شخص کو بلا کر قطعاً کوٹ پتلون سے ممانعت کر دے اس وقت یہ عذر جو بمقابلہ حکم شرعی کے پیش کئے ہیں حاکم مذکور کے روبرو پیش کرنیکی مجال ہو سکتی ہے؟ بھلا حاکم حقیقی کے احکام کو اقل درجہ حاکم مجازی کے برابر تو سمجھنا چاہئے۔

جواب شبہ ۱۲ اسکے بعد جمع بین الصلوتین کا مسئلہ ذکر کیا ہے۔ عزیز من! اسی لئے علماء کوشش کرتے ہیں کہ دینیات کا علم کافی ہونا ضرور ہے ورنہ علم ناتمام سے خود رائی کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ تو تحقیق کرنا چاہئے کہ کون موقع پر فتویٰ دیا ہے اور وہ موقع آنعزیز کو پیش آتا ہے یا نہیں۔ بتلاؤ یہ قیاس اور رائے محض نہیں تو کیا ہے؟ افسوس ہے کہ کسی حاکم کے قانون میں بلا تحقیق اس طرح یوں ہی اٹکل قیاس کرکے کوئی عمل کر سکتا ہے؟ کوئی لفظ بھی مشتبہ ہوتا ہے تو اسکو جگہ جگہ دکھلاتے پھرتے ہیں کہ اسکا کیا مطلب ہے؟ اور اگر ہر جگہ جدا مطلب معلوم ہو تو جس میں سب سے زیادہ احتیاط ہو اُسپر عمل کرتے ہیں۔ اور احکام خداوندی میں ایسی بیباکی کہ فتویٰ دوسرے موقع کا۔ اور اسکو جاری کر لیا اور جگہ۔ خیال کرنیکی بات ہے کہ یہ بے پروائی کی بات ہے یا نہیں؟ اور ابوداؤد رحمۃ اللہ نے جو محدث ہیں۔ حدیث نقل کر دی۔ محدث کا کام نقل کر دینا ہے۔ اُسکا سمجھنا اور احکام میں تطبیق دینا یہ کام فقہاء و مجتہدین کا ہے سو تمام اُمت کا اسپر اجماع ہے (اور اجماع حجت قطعیہ ہے مثل قرآن و حدیث کے) کہ بلا سفر و مرض جمع کرنا حرام ہے۔ اور نماز صحیح نہیں ہوگی۔ اور سفر و مرض میں بھی امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز نہیں۔ اور جو نظیر میں نے اوپر قانون حکومت پر عمل کرنیکی لکھی ہے وہ اس مسئلہ میں امام صاحب کے قول کو ترجیح دینے کیلئے کافی ہے۔ اور جبکہ سفر و مرض میں بھی ہو تو یہ جرأت کسطرح ہو سکتی ہے۔ خدا کیلئے اسکو ترک کرنا چاہئے۔ اس طرح نماز بالکل فاسد رہتی ہے اور جتنی اس قسم کی پڑھی ہیں تخمینہ کرکے اُنکی قضا کرنا چاہئے۔

اسکے بعد معذرہ نسبت اظہار شبہات کے لکھی ہے۔ یہ آنعزیز کی صلاحیت و سعادت مندی ہے ورنہ مجھ میں اثبات کی لیاقت ہے نہ علاج کی قابلیت۔ مگر محض خیر خواہی و دلسوزی سے جو کچھ بھی فی البدیہہ ذہن میں آیا لکھ دیا۔

اگر اب بھی کوئی شبہ ہو تو بے تکلف پیش کیا جاوے۔ مگر جوبات ہو مربوط ہو۔ غیر مربوط مضامین سے کلام پھر اُس کا جواب بہت طویل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہوئی اس تقریر کے بڑھ جانیکی کہ اکثر مضامین مدعائے اصلی سے محض زائد تھے۔ اور یوں جیسے مضامین ہوں گے انشاءاللہ تعالیٰ برابر جواب دوں گا۔ اور جو مجھکو معلوم نہ ہوگا اور کسی عالم کا پتہ بتلادوں گا۔ اگر آنعزیز کو طلبِ حق دل سے ہوگی اور اپنی رائے میں احتمال غلطی کا ہوگا تو انشاءاللہ تعالیٰ حق واضح ہو جاویگا۔ اور میں نے صرف یہ جواب ہی نہیں لکھا بلکہ برابر دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ غلطی سے نجات بخشکر ہدایت حق کی فرماوے اللہ تعالیٰ قبول فرماویں۔

آپنے اسکے بعد جو نوکری کے متعلق استفسار کیا ہے۔ عزیز من! وہ ایک فرع ہے۔ مقدم درستی اصول کی ہے اسلئے میں ابھی اس نوکری کو جائز کہوں نہ ناجائز۔ بعد تشفی و اصلاح اصول کے انشاءاللہ تعالیٰ جو کچھ اس میں میری تحقیق ہے ظاہر کرونگا۔ چندے مجھ کو مہلت دیجاوے اور امورِ اختلافیہ کا فیصلہ کر لیا جاوے۔

جواب شبہ ۸ سب کے آخر میں جو شُبہ خصوصیتِ بعثتِ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطے اصلاحِ عرب کے لکھا ہے اُس سے رونگٹے کھڑے ہو گئے (یہ نہ سمجھیں کہ بس یہ جواب ہو گیا۔ جواب آگے لکھتا ہوں مگر یہ اظہار ہے ایک طبعی حالت کا) عزیز من! یہ عقیدہ یہود کا تھا جسکی تردید قرآن و حدیث میں صاف صاف مذکور ہے۔ اور حضور کا عامۂ خلائق کی طرف مبعوث ہونا منصوص ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا اور ارشاد ہوا ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ اور حضور ؐ نے ارشاد فرمایا ہے بُعِثْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَآفَّةً اور حضور ؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "جو شخص میری خبر سُنے خواہ یہودی ہو یا نصرانی پھر وہ ایمان نہ لاوے ضرور دوزخی ہوگا" یہ تو قولی حجت ہے۔ اب عملی دلیل سنئے۔ حضور ؐ نے قیصرِ روم۔ کسریٰ فارس۔ و نجاشی حبشہ۔ و مقوقس مصر کے پاس فرمان مبارک اسلام لانیکے لئے اور بصورت مسلمان نہ ہونیکے اُن پر گناہ و وبال کے لکھکر بھیجے۔ اگر آپکی بعثت خاص عرب کی تھی آپ ایسا امر کیوں فرماتے؟ اب نصوص کے بعد اس میں کیا تردد ہو سکتا ہے کہ آپ جمیع خلق کی طرف مبعوث ہوئے۔

آب جو امور مخاطب عزیز کے اس خیال کے اسباب ہیں اُنکی نسبت لکھتا ہوں۔

"امرِ اول موجب شبہ اُس زمانہ کے عرب اپنی زبان میں فصیح و بلیغ تھے ان کے لئے قرآن زبان عربی میں نازل ہوا جس سے انکو یقین ہوا کہ وہ کلام بشر نہیں" عزیز من اول تو علاوہ کلام اللہ حضور ؐ کے معجزات ہزاروں ہیں جنکو ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ اگر کلام اللہ کو نہ سمجھا کوئی حرج نہیں۔ پھر یہ کہ جب ایک قوم نے

بعد ہزاروں مخالفت کے آپکو مان لیا - دوسرے کے لئے ثبوت یہ امر کافی ہے کہ جو لوگ اس فن کے ماہر تھے وہ مقابلہ سے عاجز ہوگئے ضرور یہ کلام معجزہ ہے پس معجزہ قرآنی بایں معنی عام ہوگیا - "امر دوئم موجب شبہ - تمام عمر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قوم میں رہے اور جتنوں کی تکمیل ہوگئی وفات فرمائی" میں کہتا ہوں یہ کیا ضرور ہے کہ جو شخص جماعت کی اصلاح کیلئے بھیجا جاوے وہ ہر شخص کے پاس جایا کرے ورنہ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ عرب میں جن بستیوں میں آپ تشریف نہیں لیگئے وہ بھی آپکے دائرہ نبوت سے خارج ہوں - اگر کہا جاوے کہ ملک عرب سب ایک ملک ہے ہم کہینگے سب زمین عالم کی ایک زمین ہے اگر آپ ہر جگہ تشریف نہیں لیگئے تو آپکے فرمان مبارک تو جا بجا پہنچے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے - اور تکمیل عرب کے بعد وفات فرمانا یہ بھی کوئی حجت نہیں - اگر کوئی حکیم مصلح کسی خاص بستی کی اصلاح کیلئے بھیجا جاوے اور پچاس سو لائق آدمیوں کی تکمیل کرکے اور باقیوں کی تکمیل اُن کے حوالہ کرکے واپس چلا جاوے کیا یوں کہا جاویگا کہ بس جتنی تکمیل ہوئی اُن ہی لوگوں کی اصلاح مقصود ہے یا یوں کہیں گے کہ اصلاح سب کی مد نظر تھی مگر بعض کی تکمیل سے سلسلہ تکمیل کا جاری ہوگیا - اسلئے اب رہنے کی ضرورت نہ ہوئی -

"امر سوئم موجب شبہ - دیگر اقوام نے آپکے قرآن کو اس بنیاد پر نہ مانا جس پر عرب نے مانا تھا بلکہ ان لوگوں کو عرب نے بزور شمشیر زیر کیا اور ان کو زبردستی مسلمان کیا الخ" میں کہتا ہوں قرآن مجید کا معجزہ عام ہونا اوپر ثابت ہوچکا ہے - سو جب حق واضح ہوگیا اسکی مخالفت عقلاً کسیکو جائز نہ ہوئی اسلئے قانون اسلام نے مزاحم مخالف کی قوت کو گوارا نہ کیا - اطاعت کی یہی دو صورتیں ہیں - "اسلام" یا "جزیہ" - یہ خود قانون الٰہی ہے صحابہ کی ایجاد نہیں - قرآن و حدیث کے ماہر پر یہ امر مخفی نہیں - اور یہ امر گو ہمارے دعوے میں مضر نہیں مگر بالکل خلاف واقع ہے کہ زبردستی مسلمان کیا - صحابہ اول تبلیغ کرتے تھے اور رفع شبہات مناظرہ کی اجازت دیتے تھے اور وضوح حق کے بعد ترک مخالفت میں زبردستی بھی جو عقلاً جائز ہے، چنانچہ بعد ثبوت حکومت گورنمنٹ کے باغی کو سزا دینا بالکل درست و موافق عقل سمجھو - اور ترک مخالفت کی وہی دو صورتیں حق اور جزیہ

"امر چہارم موجب شبہ - بہت لوگوں کو آپکے پیغمبر ہونیکی خبر نہیں ہوئی" میں کہتا ہوں عموم بعثت کیلئے یہ ضرور نہیں کہ سبکو خبر ہوجاوے بلکہ رحمت خداوندی اسمیں وسعت ہے کہ جس جس کو خبر ہوتی جاوے قبول کرتے جاویں اور جسکو خبر نہ ہو وہ معذور ہے

"امر پنجم موجب شبہ - ہندوستان امریکہ و افریقہ کی ہدایت کیا ہوئی" اسکا جواب امر شبہ چہارم میں گذر چکا - میرا ارادہ اس میں زیادہ لکھنے کا تھا - مگر چونکہ عموم بعثت کے دلائل بہت قطعی صاف ہیں اور شبہات مذکورہ نہایت ضعیف - اسلئے اختصار کیا گیا - اگر خدانخواستہ یہ کافی نہوں تو اس سے زیادہ لکھنے کو تیار ہوں

مختصر قواعد ماہنامہ انوار العلوم

✲

(۱) رسالہ ہر انگریزی مہینہ کی دس تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

(۲) جن اصحاب کے پاس ۲۰ تاریخ تک پرچہ نہ پہنچے وہ اپنے خریداری نمبر کے حوالہ سے دوبارہ رسالہ منگوا سکتے ہیں ۲۰ تاریخ کے بعد آنیوالی اطلاعات کا ادارہ ذمہ دار نہ ہو گا نیز جن خطوط پر خرید نمبر کا حوالہ نہ ہوگا ان کی بھی تعمیل نہ ہو سکیگی۔

(۳) جملہ امور کے لئے خط و کتابت مدیر رسالہ سے کیجائے۔

(۴) جوابی امور کیلئے ٹکٹ یا جوابی کارڈ آنا لازمی ہے۔

(۵) جو صاحب منی آرڈر ارسال فرمائیں وہ کوپن پر اپنا پتہ ضرور تحریر فرمائیں ورنہ منی آرڈر کے واپس کر دینے پر ادارہ کو معذور فرمائیں۔

(۶) انوار العلوم میں شائع شدہ مضامین نظم و نثر وغیرہ نقل کئے جاسکتے ہیں بشرطیکہ بعینہ نقل کئے جائیں۔

التماس

اس دینی رسالہ کی توسیع اشاعت میں نہایت اہتمام سے کوشش کی ضرورت ہے۔

مدیر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۵۶۶

نرخنامہ اشتہارات

پورا صفحہ ایک ماہ کیلئے	- -	۳۰ روپیہ
آدھا صفحہ ایک ماہ کیلئے	- -	۲۲ روپیہ
چوتھائی صفحہ ایک ماہ کیلئے	- -	۱۲ روپیہ
ٹائٹل کے اندرونی صفحات -	- -	۵۰ روپیہ ماہوار
ٹائٹل کا بیرونی صفحہ	- - -	۶۰ روپیہ ماہوار

تین مہینہ کیلئے اشتہار دینے پر ۱۵ ٪ اور ۶ مہینہ کیلئے اشتہار دینے پر ۲۵ فیصدی تخفیف کیجائیگی -

☆

مدیر ماہنامہ "انوار العلوم" جامعہ اشرفیہ
نیلا گنبد - لاہور

... حسن صاحب نے آفتاب عالم پریس میں چھپوا کر جامعہ اشرفیہ لاہور ...